قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

منگل 18/ اکتوبر 2022ء | 21/ ربیع الاول 1444 ہجری قمری | 18/ اخاء 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:225

ارشادِ باری تعالیٰ

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰہَ وَالۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا ﴿۲۲﴾

(الاحزاب:22)

ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے ہر اُس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔

فرمانِ رسولؐ

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام قصور معاف فرما دیئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَفَلَا اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا کہ کیا میں یہ نہ چاہوں کہ مَیں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بندہ بنوں۔

(صحیح البخاری کتاب تفسیر القرآن باب لیغفرلك اللّٰہ ما تقدم من ذنبك حدیث 4837)

فرمان خلیفہ وقت

آج اگر حقیقی خوشی منانی ہے تو پھر آپ کے اُسوہ پر عمل کر کے منائی جا سکتی ہے جہاں عبادتوں کے معیار بھی بلند ہوں۔ جہاں توحید پہ بھی کامل یقین ہو اور اعلیٰ اخلاق کے معیار بھی بلند ہوں۔ اگر یہ نہیں تو ہم میں اور غیر میں کوئی فرق نہیں۔ اگر ہم عمل نہیں کر رہے تو وہ لوگ جو بکھرے ہوئے ہیں اور عارضی لیڈر اور نام نہاد علماء کے پیچھے چل کر لوگوں کے لئے تنگیوں کے سامان کر رہے ہیں ان میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں ہو گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا تقاضا یہی ہے کہ ہر کام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو سامنے رکھیں۔ اللہ کرے کہ اس کی ہم سب کو توفیق ملے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالَم کا عالَم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء، امام الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتدائے دنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیسا کہ یونس اور ایوب اور مسیح بن مریم اور ملاکی اور یحییٰ اور زکریا وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرّب اور وجیہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اسی نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔‘‘

(اتمام الحجہ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

(خطبہ جمعہ یکم دسمبر 2017ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

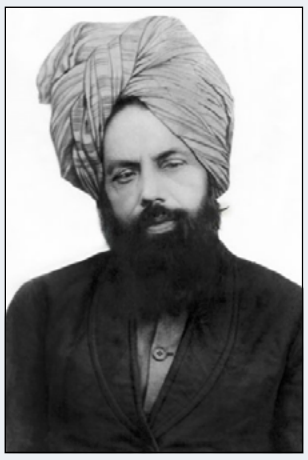

ایک عقل مند کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اسلام سے کچھ دن پہلے تمام مذاہب بگڑ چکے تھے اور روحانیت کھو چکے تھے۔ پس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اس فخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں کہ آپ نے تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور پھر آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی۔ جس قوم میں آپ ظاہر ہوئے آپ فوت نہ ہوئے جب تک کہ اس تمام قوم نے شرک کا چولہ اتار کر توحید کا جامہ نہ پہن لیا اور نہ صرف اس قدر بلکہ وہ لوگ اعلیٰ مراتب ایمان کو پہنچ گئے اور وہ کام صدق اور وفا اور یقین کے ان سے ظاہر ہوئے کہ جس کی نظیر دنیا کے کسی حصہ میں پائی نہیں جاتی۔ یہ کامیابی اور اس قدر کامیابی کسی نبی کو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نصیب نہیں ہوئی۔ یہی ایک بڑی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ہے کہ آپ ایک ایسے زمانے میں مبعوث اور تشریف فرما ہوئے جبکہ زمانہ نہایت درجہ کی ظلمت میں پڑا ہوا تھا اور طبعاً ایک عظیم الشان مصلح کا خواستگار تھا اور پھر آپ نے ایسے وقت میں دنیا سے انتقال فرمایا جبکہ لاکھوں انسان شرک اور بت پرستی کو چھوڑ کر توحید اور راہ راست اختیار کر چکے تھے اور درحقیقت یہ کامل اصلاح آپ ہی سے مخصوص تھی کہ آپ نے ایک قوم وحشی سیرت اور بہائم خصلت کو انسانی عادات سکھلائے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ بہائم کو انسان بنایا اور پھر انسانوں سے تعلیم یافتہ انسان بنایا۔ اور پھر تعلیم یافتہ انسانوں سے باخدا انسان بنایا۔ اور روحانیت کی کیفیت ان میں پھونک دی اور سچے خدا کے ساتھ ان کا تعلق پیدا کر دیا۔

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 206-207)

اس شمارہ میں

- پھول تم پر فرشتے نچھاور کریں (منظوم)
- جامع المناھج والاسالیب
- اپنے جائزے لیں
- مقام وعظمتِ خلافت
- دنیا کا امیر ترین شخص

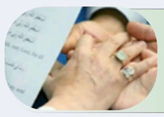

دربارِ خلافت

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے زمانہ کو بھی لیلۃ القدر قرار دیا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پس آپ (حضرت مصلح موعودؓ۔ ناقل) کا وجود اپنی ذات میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی ایک دلیل بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم و عرفان عطا فرمایا تھا، اُس کی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہلے خبر دی تھی۔ اس لحاظ سے افرادِ جماعت کو آپ کے اُس علم و عرفان سے ذاتی مطالعہ کر کے بھی فائدہ اُٹھانا چاہئے اور کیونکہ لٹریچر ہر زبان میں میسر نہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ مختلف وقتوں میں بیان بھی ہوتا رہنا چاہئے۔ اس لئے میں مختلف حوالوں سے بعض دفعہ حضرت مصلح موعود کا بیان کرتا رہتا ہوں اور چند مہینے پہلے مَیں نے تقریباً ایک مکمل خطبہ بھی اس پر دیا تھا یا کچھ تھوڑا سا خلاصہ بیان کر کے دیا تھا۔ آج پھر اُسی طرز پر میں خلاصۃً یا بعض باتیں اُسی طرح بیان کروں گا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۷﴾ (الذاریات:57) یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے یا اپنا عبد بنانے کے لئے پیدا کیا ہے، کے مضمون کو بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ: یہ وہ اعلیٰ مقصد ہے جس کے لئے انسان کی پیدائش ہوئی، لیکن بڑے بڑے فلاسفر اور تعلیم یافتہ طبقہ یہ سوال کرتا ہے کہ کیا انسان کی پیدائش کے مقصد میں کامیابی ہوئی ہے اور کیا خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان سے وہ کام لے لیا ہے جسے مدّنظر رکھتے ہوئے اُس نے انسان کو پیدا کیا تھا؟ وہ سوال کرتے ہیں کہ کیا واقعہ میں انسان اس مقصد کو پورا کر رہا ہے؟ اور کیا واقعہ میں اس نے اس قسم کی ترقی کی ہے کہ خدا تعالیٰ کا عبد کہلانے کا مستحق ہو۔ تو فرمایا کہ اس کا جواب یہ ہے کہ ’’نہیں‘‘۔ اس لئے وہ سوال کرتے ہیں کہ اگر انسان کو کوئی پیدا کرنے والا ہے تو کیوں اُسے اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے انبیاء اس سوال کا جواب دینے کے لئے آتے ہیں اور نیکی کی ایسی رَو چلاتے ہیں جسے دیکھ کر دشمن کو بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ مقصد پورا ہو گیا ہے۔ اس دن کی آمد کے لئے اگر ہزار دن بھی انتظار کرنا پڑے تو گراں نہیں گزرتا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی انبیاء کے زمانے کو لیلۃ القدر قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ۬ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ ﴿۴﴾ (القدر:4)۔ یعنی وہ ایک رات ہزار مہینوں سے اچھی ہے۔ گویا ایک صدی کے انسان بھی اس ایک رات کے لئے قربان کر دیئے جائیں تو یہ قربانی کم ہو گی بمقابلہ اُس نعمت کے جو انبیاء کے ذریعہ دنیا کو حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا: اس سال مَیں نے کچھ خطبات عملی اصلاح کے لئے دیئے تھے۔ یہ 1936ء کی بات ہے۔ آپ نے اس عرصے میں کچھ خطبات دیئے تھے۔ اُس میں توجہ دلائی تھی کہ وہ عظیم الشان مقصد جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوئی اُسے پورا کرنے کے لئے ہمیں بڑی قربانیوں کی ضرورت ہے اور یہ صرف اُس زمانے کی بات نہیں تھی، یہ ایک جاری سلسلہ ہے اور آج بھی اور آئندہ بھی اس کی ضرورت ہے اور ہوتی رہے گی۔ فرمایا کہ اعتقادی رنگ میں ہم نے دنیا پر اپنا سکّہ جما لیا ہے مگر عملی رنگ میں اسلام کا سکّہ جمانے کی ابھی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر مخالفوں پر حقیقی اثر نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ نے مثال دی ہے کہ موٹی مثال عملی رنگ میں سچائی کی ہے۔ یعنی ایک مثال مَیں سچائی کی دیتا ہوں۔ اس کو اگر ہم عملی رنگ میں دیکھیں تو کس طرح ہے؟ فرمایا کہ یہ ایسی چیز ہے جسے دشمن بھی محسوس کرتا ہے۔ دل کا اخلاص اور ایمان دشمن کو نظر نہیں آتا مگر سچائی کو وہ دیکھ سکتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ سچائی بہت زیادہ اثر ڈالتی ہے۔ اُس زمانے میں بھی حضرت مصلح موعود کو فکر ہوتا تھا اور اب اس زمانے میں بھی مجھے بعض غیروں کے خط آتے ہیں جن میں احمدیوں کا سچائی کا جو پراسیس ہوتا ہے اُس کا ذکر کیا ہوتا ہے اور اس وجہ سے وہ جماعت کی تعریف کرتے ہیں اور جن احمدیوں سے اُنہیں دھوکہ اور جھوٹ کا واسطہ پڑا ہو تو پھر وہ یہی لکھتے ہیں کہ ہم نے جماعت کی نیک نامی کی وجہ سے اعتبار کر لیا لیکن آپ کے فلاں فلاں فردِ جماعت نے ہمیں اس طرح دھوکہ دیا ہے۔

پس ایسا دھوکہ دینے والے جو بظاہر تو اپنے ذاتی معاملات میں یہ کہتے ہیں کہ ہماری اپنی dealing ہے، بزنس ہے، کاروبار ہے جو ہم کر رہے ہیں، جماعت کا اس سے کیا واسطہ؟ لیکن آخر کار وہ جماعت پر بھی حرف لانے کا مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں۔ جماعت کو بدنام کرنے کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں۔

(خطبہ جمعہ 29 نومبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

پھول تم پر فرشتے نچھاور کریں

(کلام حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

آئے وہ دن کہ ہم جن کی چاہت میں گنتے تھے دن اَپنی تسکینِ جاں کے لئے
پھر وہ چہرے ہویدا ہوئے جن کی یادیں قیامت تھیں قلبِ تپاں کے لئے

جن کے اخلاص اور پیار کی ہر اَدا، بے غرض، بے ریا، دل نشیں، دل رُبا
بے صدا جن کی آنکھوں کا کرب و بلا، کربلا ہے دلِ عاشقاں کے لئے

پیار کے پھول دل میں سجائے ہوئے، نورِ ایماں کی شمعیں اٹھائے ہوئے
قافلے دُور دیسوں سے آئے ہوئے، غمزدہ اک بدیس آشیاں کے لئے

دیر کے بعد اے دُور کی راہ سے آنے والو! تمہارے قدم کیوں نہ لیں
میری ترسی نگاہیں کہ تھیں منتظر، اِک زمانے سے اِس کارواں کے لئے

پھول تم پر فرشتے نچھاور کریں اور کشادہ ترقی کی راہیں کریں
آرزوئیں مری جو دُعائیں کریں، رنگ لائیں مرے مہماں کے لئے

میرے آنسو تمہیں دیں رَمِ زندگی، دور تم سے کریں ہر غمِ زندگی
مہماں کو ملے جو دمِ زندگی، وہی اَمرت بنے میزباں کے لئے

نور کی شاہراہوں پہ آگے بڑھو، سال کے فاصلے لمحوں میں طے کرو
خوں بڑھے میرا تم جو ترقی کرو، قرۃ العین ہو ساریاں کے لئے

(کلام طاہر)

خواجہ عبدالعظیم احمد۔ مبلغ سلسلہ نائیجیریا

جامع المناھج والاسالیب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی شہرہ آفاق تصنیف تفسیر کبیر کا ایک اختصاصی مطالعہ

قسط 6

فلسفیانہ منہج پر لکھی جانے والی تفاسیر

اس سلسلہ میں یاد رکھنا چاہیئے کہ فلسفیانہ منہج پر کوئی مستقل تفسیر تو میری ناقص نظر سے نہیں گزری۔ بہر حال فارابی (872ء تا 950ء) کی کتاب فصوص الحکم میں قرآن کریم کی خالص فلسفیانہ طرز پر تفسیر کی گئی ہے۔ ایسے ہی اخوان الصفا (اخوان الصفاو خلان الوفا تیسری صدی کے مسلمان فلاسفروں کی ایک تنظیم تھی، جو بصرہ میں قائم ہوئی۔ اس کا بنیادی کام اسلامی عقائد اور فلسفیانہ حقیقتوں کو ہم آہنگ کرنا تھا۔ اس تنظیم نے مشترکہ طور پر اس علمی کام پر قریباً پچاس مقالہ جات لکھے جو کہ ''تحف اخوان الصفا'' کے نام سے جانے جاتے ہیں۔حکیم مجریطی قرطبی نے اسی طرز پر ایک کتاب لکھی اور اس کا نام رسائل اخوان الصفا رکھا۔) کے رسائل میں قرآنی تعبیرات فلسفہ کی مدد سے کی گئیں۔ ایسا ہی ابن سینا نے قرآنی آیات کی تفسیر اسی منہج پر اپنے رسائل میں کی ہے۔ ان کے علاوہ مندرجہ ذیل تفاسیر کو شیعہ از قبیل فلسفیانہ تفاسیر گنتے ہیں۔

- تفسیر القرآن الکریم لصدر المتالہین شیرازی (شیعہ) (979ء تا 1050ء)
- مخزن العرفان از نصرت امین اصفہانی (شیعہ) (المتوفیٰ 1403ء)
- تفسیر کبیر از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ میں فلسفہ اور دینی روحانی تعلیم کے مابین فرق کے حوالہ سے ارشاد۔

''روحانی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ایسے کلام کی ضرورت ہے جو صرف ایک وقت کے لوگوں یا چند لوگوں کے فائدہ کے لئے نہ ہو۔ بلکہ مختلف فطرتوں اور مختلف زمانوں کی ضرورت کو پورا کرنے والا ہو اور جس کے ذریعہ سے دنیا روحانی مسافت طے کرسکے۔یعنی ایک نبی کے زمانہ سے اس کے بعد کے نبی کے زمانہ تک پہنچانے کی اس میں قابلیت ہو۔ یعنی اس میں ایسا ارتقاء ہو کہ فطرت انسانی اس پر چل کر اگلے روحانی ملک میں یعنی بعد میں آنے والے نبی کی تعلیم تک پہنچنے کی قابلیت پیدا کرلے۔ انسان کو کیا معلوم ہے کہ سو یا دو سو سال بعد انسانی دماغ نے کیا ترقی کرنی ہے کہ وہ اس کے مطابق ذہنوں کو روشنی پہنچانے کے سامان کرلے۔ یہ سفر تو الٰہی بنائے ہوئے راستہ پر ہی طے ہوسکتا ہے۔ جو انسانی دماغ کو برابر ترقی دیئے چلا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف فلسفے ایک شاہراہ پر گامزن نہیں ہوتے۔ بلکہ کبھی آگے قدم بڑھاتے ہیں اور کبھی پھر واپس صدیوں کے فلسفہ کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔لیکن اس کے مقابل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی تعلیمات نبیوں کی معرفت انسانوں کو ایک ہی شاہراہ پر آگے ہی آگے بڑھاتی چلی گئی ہیں اور ان میں کسی جگہ بھی رجعت قہقری پیدا نہیں ہوئی۔''

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ 147-148 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

سائنسی یا کونیّ منہج / رجحان

اس اسلوب پر یعنی سائنسی یا علوم جدیدہ کے رجحان کے ساتھ لکھی جانے والی تفاسیر علماء کے نزدیک بحث رہی ہیں۔بعض نے ان کی پذیرائی کی اور بعض نے ان پر تنقید کی۔بعض نے ایسی تفاسیر میں قرآن کریم کو صرف سائنس کی ایک کتاب کے طور پر پیش کیا ہے، جس کی وجہ سے ان پر تنقید کی گئی ہے۔ اس منہج کا ذکر امام السیوطی (المتوفیٰ 911 ھ) نے الاتقان فی علوم القرآن میں پینسٹھویں نوع میں بھی کیا۔

(الاتقان فی علوم القرآن لسیوطی جلد 3 صفحہ 164 مطبوعہ مکتبۃ السنۃ 2019ء)

اسی طرح ڈاکٹر محمد حسین الذھبی نے بھی اپنی کتاب التفسیر والمفسرون میں کونیّ رجحان کو جدید رجحانات تفسیر میں قرار دیا۔

(التفسیر والمفسرون جلد ثانی صفحہ 417 مطبوعہ دار الحدیث القاھرہ سن 2012ء)

کونیّ منہج پر لکھی جانے والی تفاسیر

- کشف الاسرار النورانیۃ القرآنیۃ لمحمد بن احمد الاسکندرانی (المتوفیٰ 1888ء)
- تفسیر المنار لشیخ محمد بن عبدہ بن حسن (1849ء تا1905ء)
- الجواھر فی تفسیر القرآن الکریم للشیخ طنطاوی جوہری (1880ء تا1939ء)
- تفسیر المراغی لمحمد مصطفیٰ المراغی (1881ء تا 1945ء)

برصغیر میں سائنسی یا کونیّ منہج پر لکھی جانے والی تفاسیر کے بارہ میں ڈاکٹر عبید الرحمٰن محسن اور ڈاکٹر حافظ محمد حماد اپنے تحقیقی مقالہ میں لکھتے ہیں۔

''جدید سائنسی تحققات کی روشنی میں قرآن مجید کی تشریحات و تفسیرات اور اس کے حوالے سے اعجاز القرآن کا اثبات بھی ایک اور نمایاں رجحان ہے۔ اگرچہ اس حوالے سے کوئی مستقل تفسیر نظر سے نہیں گزری لیکن اس مناسبت سے کتابیں منظر عام پر آتی رہتی ہیں۔''

(برصغیر میں قرآن فہمی کے رجحانات اور اثرات ڈاکٹر عبید الرحمن محسن ڈاکٹر حافظ محمد حماد القلم جون 2018ء صفحہ 71)

الجواھر فی تفسیرالقرآن کے بارہ میں معروف محمد رشید رضا (المتوفیٰ:1315ھ) ایک دلچسپ بات لکھتے ہیں۔

''میں نے اس تفسیر (الجواھر فی تفسیر القرآن) کو دیکھا ہے اور اس کے بارہ میں وہی بات کہی جاسکتی ہے جو کہ علماء نے رازی کی تفسیر کے بارہ میں کہی۔ کہ اس میں سب کچھ ہے مگر تفسیر نہیں۔''

(مجموع فتاوی القرآن الکریم من القرن الاوّل الی القرن الرابع عشر از محمد موسیٰ الشریف جلد اوّل صفحہ 413 مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت 2014ء)

تفسیر کبیر میں کونیّ منہج کی چند مثالیں

سائنس کی تمام تر بنیاد توحید پر ہے

''اگر توحید کا عقیدہ نہ اختیار کیا جائے تو قانون قدرت اور قانون شریعت دونوں کی بنیاد ہل جاتی ہے۔ قانون شریعت کا تعلق تو واضح ہی ہے۔ مگر قانون قدرت کی تمام ترقیات اور سائنس کی تمام تر بنیاد بھی توحید

پر ہی ہے۔ کیونکہ اگر مختلف خدا مانے جائیں تو ان کے مختلف قانون ہونے چاہئیں۔ یا پھر کم از کم اس میں مختلف تبدیلیاں ہوتی رہنی چاہئیں اور اگر ایسا ہو یعنی ایک اٹل قانون اور ایک قائم سلسلہ قانون قدرت کا دنیا میں جاری نہ ہو تو تمام علمی ترقیات یکدم بند ہوجائیں گی۔ کیونکہ سائنس کی ترقی اور ایجادات کی وسعت کی بنیاد اسی پر ہے کہ دنیا میں ایک منظم اور نہ بدلنے والا قانون جاری رہے۔ اگر انسان کو یہ خیال ہو کہ عالم میں کوئی نظام نہیں۔ یا یہ کہ نظام بدلتا رہتا ہے تو وہ کبھی بھی قانون قدرت کی باریکیوں کے دریافت کرنے کی طرف توجہ نہیں کرسکتا۔''

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ 320-321 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

آخری زمانہ میں سائنسی ترقیات کا قرآن میں ذکر

''قرآن کریم میں بھی سورہ رحمٰن میں ان شمالی لوگوں کو یعنی یورپ کے باشندوں کو جنّ کہا ہے۔ اس سورۃ میں آخری زمانہ کے تغیرات کا ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس وقت دو مشرق اور دو مغرب ہوجائیں گے یعنی امریکہ کی دریافت سے دو علاقے مشرق اور مغرب کہلانے لگیں گے۔ اسی طرح نہر سوئز کے ذریعہ دو سمندروں کے ملنے اور بڑے بڑے جہازوں کے چلنے کی خبر دی گئی ہے اسی طرح بتایا ہے کہ اس وقت سائنس کی ترقی کے ساتھ لوگ آسمانی بادشاہت کو فتح کرنے کے خیال میں مشغول ہوں گے اور سمجھیں گے کہ وہ جلد کائنات کا راز دریافت کرنے والے ہیں۔ اس وقت آسمان سے آگ گرے گی اور بم گریں گے اور سرخ روشنیاں آسمان پر چھوڑی جائیں گی اور آخر کفر اور شرک کو تباہ کرکے اسلام کو غلبہ دیا جائے گا۔ اس مضمون کے سلسلہ میں جنّ و انس کو بھی مخاطب کیا گیا ہے اور جنّ سے مراد وہی شمالی علاقوں کے لوگ یعنی یورپین مراد ہیں اور بتایا ہے کہ اس زمانہ میں یورپ اور ایشیا کے لوگ باہم مل جائیں گے اور سائنس کی بڑی ترقی ہوگی۔ مگر بے دینی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عذاب نازل کرے گا اور پھر اسلام کو قائم کرے گا۔ ثقلان اور جنّ اور الناس سے مراد ڈیموکریسی اور ڈکٹیٹروں کی حکومت بھی ہوسکتی ہے۔ کیونکہ جنّ کے معنے عربی لغت میں اکثریت کے بھی ہیں اور الناس کے معنے خاص آدمیوں کے بھی ہوسکتے ہیں۔ پس جنّ سے مراد ڈیموکریسی ہے اور الناس سے مراد وہ

لوگ ہیں جو اپنے آپ کو خاص قرار دے کر حکومت کو اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ ثقل کے معنی اعلیٰ اور محفوظ شے کے ہوتے ہیں۔ جیسے رسول کریمؐ نے قرآن کریم اور اپنی اولاد کو ثقلان قرار دیا ہے۔ پس الثقلان سے مراد یہ دونوں گروہ ہیں جو اس وقت ساری دنیا پر غالب ہوں گے بعض ڈیماکریسی کے نام پر دنیا کو مغلوب کریں گے اور بعض فاشزم اور نازم کے نام پر دنیا کو سمیٹنا چاہیں گے اور اپنے آپ کو سب دنیا سے بہتر قرار دیں گے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ 64 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

اجرام فلکی کی تاثیرات اور قرآنی بیان

’’ایک اور قسم کی نعمتوں کا ذکر کیا جو جمادات سے تعلق رکھتی ہیں اور ان میں سے بھی انہی کا انتخاب کیا ہے جو انسانی دماغ کے نشوونما پر خاص طور پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ بے شک انسان لوہے، لکڑی، سونے، چاندی، پیتل سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے لیکن ان اشیاء سے وہ بڑا فائدہ بیرونی آرام کی قسم کا حاصل کرتا ہے، برتن بناتا ہے، مکان بناتا ہے، آلات بناتا ہے، براہ راست ان اشیاء کا اثر انسانی دماغ پر نہیں پڑتا۔ لیکن چونکہ اس جگہ انسانی دماغ کے نشوونما کے ذکر پر زور دینا مقصود ہے۔ اس لئے جمادات کی مذکورہ بالا اقسام کی بجائے رات اور دن سورج، چاند اور ستاروں کا ذکر کیا گیا۔

کہا جاسکتا ہے کہ رات اور دن تو جمادات میں سے نہیں اور یہ درست بھی ہے۔ لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ رات اور دن کے فوائد سورج اور چاند اور ستاروں کے اثرات سے وابستہ ہیں اور وہ اجرام فلکی ان کے ذریعہ سے اپنی تاثیرات ظاہر کرتے ہیں۔ یعنی اپنی شعاعوں کو نازل کر کے یا ان کو روک کر۔ اس لئے رات اور دن بھی درحقیقت جمادی اثرات میں ہی شامل ہونے کے مستحق ہیں۔

اگر کہا جائے کہ رات اور دن جب سورج اور چاند اور ستاروں کے ظہور اور فوائد پر دلالت کرتے ہیں۔ تو پھر سورج چاند وغیرہ کا الگ نام لینے کی کیا ضرورت تھی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ گو رات اور دن ان اجرام فلکی کی تاثیرات کے ظہور کا نام ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ بھی سورج اور چاند اور ستاروں کے اثرات ہیں اور ان سے ایسی تاثیرات بھی دنیا پر پڑتی ہیں جو آنکھوں سے نظر آنے والی شعاعوں کے علاوہ دوسرے ذرائع سے انسان پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ جیسے برقی یا مقناطیسی اثرات اور ان کے سوا اور کئی قسم کی تاثیرات ہیں جو سائنس روز بروز دریافت کر رہی ہے اور کئی وہ شائد کبھی بھی دریافت نہ کرسکے۔ پس باوجود اس کے کہ رات اور دن اجرام فلکی کے تاثیرات کے ظہور کا ذریعہ ہیں۔ ان کے علاوہ بھی سورج اور چاند ستاروں کا نام لینے کی ضرورت تھی۔ تا ان دوسری تاثیرات کا ذکر کیا جائے جن سے انسانی دماغ فائدہ اٹھا رہا ہے۔

اس جگہ یہ سوال ہوسکتا ہے کہ اگر یہ بات ہے۔ تو پھر رات اور دن کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟ سورج چاند اور ستاروں کا ذکر کافی تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سورج چاند اور ستاروں کی دوسری تاثیرات سے تو عرب لوگ ابھی واقف نہ تھے۔ صرف رات اور دن کی تاثیرات سے ان کو آگاہی تھی اور اب بھی علمی طبقہ کے علاوہ باقی لوگ رات اور دن کی تاثیرات اور ان کے فوائد سے تو آگاہ ہیں۔ لیکن سورج چاند اور ستاروں کی دوسری تاثیرات سے واقف نہیں ہیں۔ پس فائدہ کو وسیع کرنے کے لئے اور قرآن کریم کے پہلے مخاطبوں کے ذہنوں سے مضمون کو قریب الفہم بنانے کے لئے ضروری تھا کہ دن اور رات کو الگ بھی بیان کر دیا جاتا۔ تاکہ ان کا دماغ بسہولت آیت کے مضمون کی طرف منتقل ہوسکتا۔

یاد رہے کہ سائنس کی موجودہ تحقیق نے سپکٹرم کے ذریعہ سے جو ایک ایسا آلہ بنایا ہے جس کے ذریعہ سے روشنی کی شعاعوں کو پھاڑ کر الگ الگ کرلیا جاتا ہے۔ یہ معلومات حاصل کی ہیں کہ فلاں ستارے میں فلاں قسم کی دھاتیں ہیں اور فلاں میں فلاں قسم کی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف روشنی ہی نہیں بلکہ روشنی کے ساتھ مختلف دھاتوں کی تاثیرات بھی دنیا پر اُترتی رہتی ہیں اور ان سے اہل دنیا کے دماغ اور قویٰ پر مختلف اثرات نازل ہوتے رہتے ہیں۔ چاند کی شعاعوں کی تاثیرات تو کئی رنگ میں دنیا پر ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ عام طور پر ہمارے ملک میں مشہور ہے کہ چاند گرہن جب مکمل ہو۔ تو حاملہ عورتوں پر اس کا برا اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ ایسے وقت میں حاملہ عورتیں کمروں سے باہر نہیں نکلتیں۔ گو عام طور پر اسے وہم سمجھا جاتا ہے۔ مگر میں نے اس سوال پر خاص طور پر غور کیا ہے اور معلوم کیا ہے کہ جب چاند گرہن مکمل ہو۔ تو اس کے بعد بہت سی عورتوں کی زچگی سخت تکلیف دہ ہوتی ہے اور ان میں سے بکثرت موتیں ہوتی ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ تکلیف اٹھانے والی عورتیں وہ ہوتی ہیں۔ جو ایسے وقت میں چاند کو دیکھتی ہیں۔ یا اس کے بغیر بھی ان پر یہ تاثیر عمل کرتی ہے۔ مگر بہرحال میں نے کئی دفعہ اس کا تجربہ کیا ہے اور دوسروں کو بھی بتایا ہے۔ جنہوں نے اپنے تجربہ سے اس کی تصدیق کی ہے۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ یہ تاثیر ہمیشہ ہوتی ہے یا اس کا ظہور بعض اور ستاروں کی نسبت سے ہوتا ہے۔ یعنی چاند دوسرے ستاروں سے ایک خاص زاویہ پر ہو۔ تو اس وقت اس کی یہ تاثیر ظاہر ہوتی ہے۔ یا آزادانہ ہوتی ہے۔ یہ منجم ہی بتا سکتے ہیں۔ میں نے تو بعض توہمات کی تحقیق کرتے ہوئے جو چاند گرہن کی حاملہ عورتوں پر تاثیر کے متعلق ہمارے ملک میں پائے جاتے ہیں یہ امور مشاہدہ کئے ہیں۔ ان کو معیّن اور علمی صورت دینا ستاروں کے علماء کا کام ہے۔

خلاصہ یہ کہ جمادات کی روشنیاں اور شعاعیں اور مقناطیسی تاثیرات بھی انسانی نشوونما پر خاص اثر ڈالتی ہیں جن میں سے بعض ظاہر ہوتے ہیں بعض مخفی اور بعض بلا واسطہ ہوتے ہیں اور بعض بالواسطہ۔ بالواسطہ سے میری مراد ان تاثیرات سے ہے جو نباتات یا حیوانات پر وارد ہوتی ہیں اور پھر ان حیوانات اور نباتات کو انسان استعمال کرتا ہے۔ سورج اور چاند کی موٹی تاثیرات سے مراد وہ تاثیرات ہیں جو صحت پر پڑتی ہیں۔ دن کی روشنی کئی قسم کی بیماریوں کو دور کرتی ہے اور انسانی جسم میں صحت کا مادہ بڑھاتی ہے۔ چنانچہ جو لوگ دن رات بند کمروں میں رہتے ہیں ان کی صحت خراب ہوجاتی ہے۔ اسی طرح رات کی تاریکی اعصاب پر تسکین دہ اثر ڈالتی ہے۔ اسی وجہ سے رات کی نیند بہت آرام دہ ہوتی ہے بہ نسبت دن کی نیند کے۔ خصوصاً دوپہر کی نیند کے۔ کہ اس سے نہ صرف یہ کہ آرام کم ملتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ اس سے نزلہ وغیرہ کی قسم کی بیماریاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ غرض دن کام کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہے اور رات آرام کے لحاظ سے۔ پھر بعض قسم کی سبزیوں پر دن کی روشنی کی مبارک تاثیر پڑتی ہے اور بعض پر رات کی روشنی کی جو چاند اور ستاروں سے آتی ہے۔ چنانچہ ککڑی رات کو اس سرعت سے بڑھتی ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ بعض دفعہ کھیت کے پاس بیٹھو تو یوں آواز پیدا ہوتی ہے گویا کہ ککڑی پتوں میں پھیل رہی ہے اسی طرح بعض پھول چاندنی راتوں میں کھلتے ہیں۔ بعض اندھیری راتوں میں اور یہ سب امور اس امر کی شہادت ہیں کہ رات اور دن اور اجرام فلکی کی تاثیرات اہل دنیا کے نشوونما پر خاص اثر ڈال رہے ہیں اور ان کا وجود صرف آنکھوں کے لئے روشنی مہیا کرنا نہیں۔ یا اعصاب کے آرام کے لئے تاریکی دینا ہی نہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ بھی ان کی وسیع تاثیرات ہیں۔ جن لوگوں کو چاند کی روشنی میں سیر کرنے کا موقع ملا ہے۔ انہوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہوگا کہ اس وقت خیالات میں ایک عجیب قسم کا ہیجان پیدا ہوجاتا ہے اور قوتِ فکریہ میں ایک تلاطم پیدا ہوجاتا ہے۔

اسی طرح رات اور دن اور سورج اور چاند اور ستاروں کا تعلق راستہ دکھانے سے بھی ہے۔ دن کو سورج کی روشنی اگر سب فضا کو روشن کر کے راستہ دکھانے میں مد ہوتی ہے اور جہات اربعہ یعنی مشرق مغرب شمال جنوب کو بتا کر اگر راہگیروں کی راہنمائی کرتی ہے۔ تو رات کو چاند اپنی روشنی سے سورج کا سا کام کرتا ہے اور ستارے اپنے مقامات سے ہدایت کا موجب ہوتے ہیں۔ چنانچہ سمندروں میں جہازوں کے چلنے میں ستاروں کے مقامات خاص طور پر مدد کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ رات اور دن اور سورج چاند اور ستارے انسانی دماغ کو نشوونما دینے میں اور اس کے کاموں میں سہولت پیدا کرنے میں خاص اہمیت رکھتے ہیں اور یہ جمادات میں سے ہیں جو انسان سے بہت دور کا تعلق رکھتے ہیں اور ان کی ذاتی نشوونما کی طاقت ایسی مخفی ہے کہ اس کا اندازہ ظاہری نگاہ سے نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن باوجود اس کے وہ اپنی تاثیرات سے نباتات اور حیوانات کے نشوونما پر ان کے ذریعہ سے بھی اور براہ راست بھی انسان کے نشوونما پر خاص اثر ڈالتے ہیں۔ پس حیوانی غذا اور نباتاتی غذا کے بعد اس مخفی غذا کی طرف اشارہ کیا جو انسان جمادات اور خصوصاً ان بڑے جمادی اجرام سے جو آسمان پر ہیں حاصل کر رہا ہے۔

اس جگہ ایک اور لطیفہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حیوانوں اور نباتات کے بارہ میں تو صرف یہ فرمایا تھا کہ ہم نے ان کو تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔ لیکن رات اور دن اور سورج چاند ستاروں کے ذکر میں سَخَّرَ کا لفظ فرمایا ہے۔ جس کے معنی ہیں بغیر اجرت کے کام پر لگا رکھا ہے۔ یہ فرق اس لئے کیا کہ حیوانوں اور نباتات سے انسان جو فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس کے متعلق وہ سمجھتا ہے کہ میں نے اپنے زور سے یہ فائدہ اٹھایا ہے۔ گو یہ غلط ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ان کو پیدا نہ کرتا تو وہ فائدہ کہاں سے اٹھاتا۔ مگر پھر بھی چونکہ بظاہر اس میں انسانی اختیار کا دخل ہے۔ وہاں صرف پیدائش کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مگر اس آیت میں جو فوائد بیان ہوئے ہیں۔ ان کے حصول میں انسانی تصرف کا کوئی دخل نہیں۔ اس لئے اس جگہ سَخَّرَ کا لفظ استعمال کر کے بتایا کہ کم سے کم ان اشیاء کی نسبت تو تم کو ماننا پڑے گا کہ وہ جو انسانی خدمت کر رہی ہیں۔ ان کا موجب حکم الٰہی ہے۔ کیونکہ ان پر تم کو کوئی تصرف حاصل نہیں ہے۔

اس آیت کے آخر میں یہ فرمایا کہ یہ امور عقل مندوں کے لئے نشان ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قوت فکریہ نزدیک کی اشیاء کا حال معلوم کرتی ہے اور قوت عقل دور کی چیزوں سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ چونکہ پہلی آیات کی اشیاء خوراک سے تعلق رکھتی تھیں اور انسان ان کے اثر کو اپنے اندر

محسوس کرتا ہے۔ اس لئے وہاں فکر کا لفظ رکھا ہے اور ان چیزوں کی تاثیر بیرونی ہے اور ان سے فائدہ اٹھانا دانش سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے لِقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ فرمایا۔''

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ 138-140 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

رنگوں کی تاثیرات اور ان سے علاج

''اس آیت (سورۃ النحل آیت 14) سے ایک نئے مضمون کو شروع کیا اور رنگوں کے اختلاف کو پیش کیا کہ وہ بھی تاثیرات رکھتے ہیں اور انسان ان سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے۔ قرآن کریم کیسا عظیم الشان کلام ہے جو ان حکیمانہ امور کو اس زمانہ میں بیان فرماتا ہے جبکہ دنیا ان سے کلی طور پر ناواقف تھی۔ رنگوں کی تاثیرات کی دریافت عملی طور پر موجودہ زمانہ میں ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ بنفشی شعاعوں اور ماوراء بنفشی شعاعوں اور کئی قسم کی دوسری شعاعوں کی دریافت سے بیماریوں کے علاج میں غیر معمولی مدد ملی ہے اور طب میں بھی ایک نیا باب علاج بالالوان کا کھل گیا ہے۔ یعنی مختلف رنگوں کی بوتلوں میں پانی رکھ کر اور سورج کی شعاعوں کے مقابل پر رکھ کر خالی پانی کو دوا کی صورت میں بدل دیا جاتا ہے۔ گو یہ طریق علاج اب تک علمی حد تک نہیں پہنچا۔ مگر اس کے بعض فوائد ناقابل انکار ہیں۔ ان کے علاوہ یہ امر تجربہ شدہ ہے کہ ایک ہی قسم کی اشیاء رنگ کے اختلاف کی وجہ سے مختلف تاثیرات ظاہر کرتی ہیں مثلاً توت ہے۔ اس میں سے سفید گلے میں خراش پیدا کرتا ہے اور سیاہ توت خناق جیسی مرض میں مفید ہوتا ہے۔ صندل سفید اور سرخ تاثیرات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بعض امور میں قوی یا ضعیف ہوتے ہیں۔ یہی حال اَور سینکڑوں اشیاء کا ہے کہ چیز ایک ہی ہوتی ہے۔ لیکن رنگ کے تغیر سے اس کے فوائد میں تغیر پیدا ہوجاتا ہے۔ بہت سی چیزوں کے فوائد معلوم ہوگئے ہیں اور بہت سی کے ابھی مخفی ہیں۔ مگر اس حد تک اس علم کا انکشاف ہوچکا ہے کہ رنگوں کی تاثیرات کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ موجودہ طب میں تو مختلف رنگوں سے بعض شدید بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ اگر زرد رنگ کی اکری فلیوین بیرونی زخموں کے لئے مفید ہے تو مرکیوروکروم اندرونی زخموں کے لئے مفید ہے۔ اسی طرح اور کئی رنگ ہیں۔ میں نے ایک دفعہ اکری فلیوین کو دیکھ کر خیال کیا کہ معلوم ہوتا ہے زرد رنگ کی تاثیر زخموں کے لئے اچھی ہوتی ہے اور اسی وجہ سے پرانے زمانہ میں زخموں کے علاج کے لئے ہلدی کو بکثرت استعمال کیا جاتا تھا۔ اس خیال سے میں نے ہلدی کا رنگ نکال کر زخموں کے لئے ایک ڈاکٹر کو دیا۔ انہوں نے تجربہ کرکے بتایا کہ گو اکری فلیوین جیسی تاثیر تو نہیں۔ مگر اس کے ساتھ ملتی ہوئی تاثیر آپ کی دوا میں ضرور تھی۔ اس فرق کی وجہ میں نے یہ سمجھی کہ اس حد تک میں اس کا جوہر نہیں نکال سکا جس حد تک جرمنوں نے نکال لیا ہے۔ ورنہ بات وہی ہے۔ غرض رنگوں کی تاثیرات ایک ثابت شدہ حقیقت ہیں۔ گو اب تک یہ علم مکمل نہیں ہوا۔ قرآن کریم اس کی طرف اشارہ فرماتا ہے اور توجہ دلاتا ہے کہ اجرام تو الگ رہے ان کے رنگ تک تمہارے فائدہ میں لگے ہوئے ہیں اور کیسی کیسی باریک راہوں سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری جسمانی ترقی کے سامان پیدا کئے ہیں۔ مگر تم اب بھی نہیں سمجھتے کہ روحانی ترقی کے لئے بھی ویسے ہی وسیع بلکہ ان سے بھی زیادہ وسیع سامان پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ 141 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

سائنس کی مادّہ پر تحقیق کی ناکاملیت

''مجھے یاد ہے 1946ء میں جب ہم نے قادیان میں ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے افتتاح کے لئے ڈاکٹر سرشانتی سرُوپ صاحب بھٹنا گر ڈاکٹر سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ گورنمنٹ آف انڈیا کو بلوایا تو انہوں نے تقریر کرتے ہوئے یہی کہا کہ آج سائنسدان کے غرور کا سار اس قدر نیچا ہوچکا ہے کہ وہ ہرگز یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ سائنس ان اشیاء کی بھی مناسب تشریح کرسکتی ہے جو ظاہری طور پر ہمیں نظر آتی ہیں اور جب زمین و آسمان میں اس قدر اسرار پائے جاتے ہیں کہ سائنس اپنی تمام ترقی کے باوجود ابھی مادیات میں سے بھی ایک بہت چھوٹے سے حصے کی تشریح کرسکی ہے۔ تو پھر اس وسیع کائنات کو جس وجود کے لئے ایک خادم کے طور پر پیدا کیا گیا ہے اس کی پیدائش کو عبث قرار دینا کس طرح درست ہوسکتا ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 320 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

''سورج کی صفت وہّاج بتا کر اُس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ سورج کی روشنی اور گرمی ذاتی ہے۔ چاند وہّاج نہیں کہلا سکتا۔ اس لئے کہ اس میں اتقاد نہیں ہے۔ آگ کی طرح جلنے والا سورج ہی ہے۔ سورج کے اندر خدا تعالیٰ نے ایسا انتظام کر دیا ہے کہ اس میں ریڈیم موجود ہے کشش ثقل کے ماتحت جب اس کے ذرّے اندر کی طرف کھنچتے ہیں تو تیز روشنی اور گرمی پیدا ہوتی ہے اور ان ذرّوں کے اندر کی کشش کی وجہ سے اس سے مستقل آگ پیدا ہوتی رہتی ہے۔

سورج کی صفت وہّاج بھی کتنی ظاہر ہے۔ کروڑوں کروڑ میل پر سورج ہے یعنی نو کروڑ میل کے قریب دنیا سے اس کا فاصلہ ہے مگر جب اس کی گرمی یہاں پہنچتی ہے تو گرمیوں کے موسم میں کئی لوگ اس کو برداشت نہیں کر سکتے اور وہ مرجاتے ہیں۔ ابھی چند دن ہوئے لاہور کے متعلق یہ خبر آئی تھی کہ وہاں گرمی کی شدت کی وجہ سے گھوڑے چلتے چلتے گر کر مرجاتے تھے۔ نیز امریکہ سے خبر آئی تھی کہ گرمی کی وجہ سے درجنوں آدمی پاگل ہوئے اور بلند مکانوں پر سے چھلانگ مارنے پر تیار ہوگئے۔ گویا سورج کو اللہ تعالیٰ نے وہّاج بنایا ہے یعنی دور دور تک اس کی گرمی پہنچتی ہے۔ لُغت میں اَلۡوَھۡجُ مِنَ النَّارِ وَالشَّمۡسِ کے معنوں میں لکھا ہے کہ حَرُّھُمَا مِنۡ بَعِیۡدٍ یعنی سورج یا آگ کی گرمی جو بہت دور سے محسوس ہوتی ہو۔ گویا سِرَاجًا وَّھَاجًا میں دو اشارے کئے گئے ہیں۔ اوّل یہ کہ سورج کی روشنی اور گرمی ذاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی گرمی بہت دور سے محسوس ہوتی ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ 21-22 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

Big Bang Theory اور قرآن حکیم

''فرماتا ہے کیا ان کافروں کو معلوم نہیں کہ آسمان اور زمین جڑے ہوئے تھے پھر ہم نے ان کو چیر کر الگ کر دیا اس میں پیدائش عالم کی ایک ایسی حقیقت بیان کی گئی ہے جو اس صدی سے پہلے لوگوں کو معلوم نہیں تھی اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی کرہ فلکی تیار ہوتا ہے تو اس کی یہ صورت ہوتی ہے کہ ذرات کا ایک وسیع ڈھیر فضا میں جمع ہوجاتا ہے۔ آہستہ آہستہ وہ سمٹنا شروع ہوجاتا ہے۔ جب اس کے درمیان ذرات کچھ زیادہ سمٹ جاتے ہیں تو وہ چکر کھانے لگ جاتے ہیں اور ان کے ارد گرد کا مادہ دھکا کھاکر دور جاپڑتا ہے اسی طرح پیدا ہونے والے نظام ہائے فلکی میں سے ایک نظام شمسی ہے جس میں ہمارا کرہ ارض واقع ہے۔ نظام شمسی کے عالم وجود میں

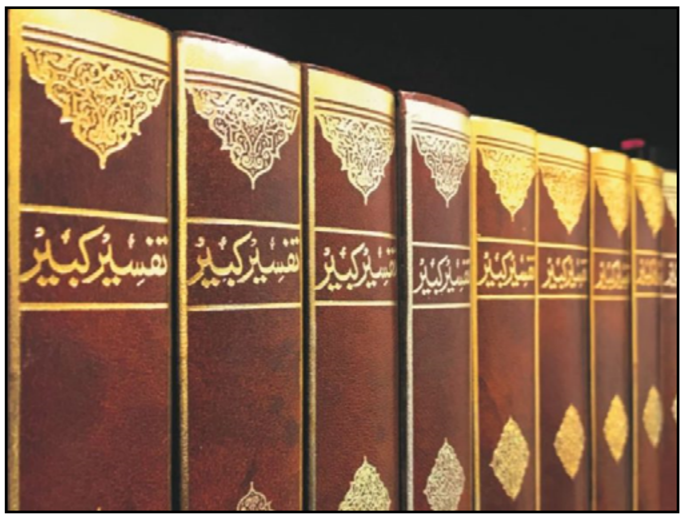

آنے کے متعلق جتنے بھی نظریات سائنسدانوں نے آج تک پیش کئے ہیں ان میں کم و بیش اس حقیقت کا اقرار موجود ہے کہ کرہ ارض اپنی موجودہ شکل سے پہلے سورج یا سورج جیسے ایک ستارے کا حصہ تھا۔ تازہ ترین نظریہ جس کی تصریح فریڈ ہائل (کیمبرج یونیورسٹی) نے کی ہے یہ ہے کہ یہ ستارہ ہمارے سورج کا ہمراہی ایک SUPER NOVA تھا اور اس کے پھٹنے سے سیارے عالم وجود میں آئے حتیٰ کہ زمین ایک علیحدہ وجود کی شکل میں ظاہر ہوئی زمین میں سے بعد میں پانی کے بخارات پیدا ہوئے اور پانی کے وجود سے آگے زندگی کا وجود پیدا ہوا۔

(دی نیچر آف دی یونیورس مصنفہ فریڈ ہائل 90-92)

اللہ تعالیٰ انہی حقائق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ کیا اس نظارہ کو دیکھ کر یہ ایمان نہیں لاتے آخر دنیا کیوں بار بار پیدا کی جارہی ہے۔ کیوں زندگی پیدا کرنے کے لئے بادلوں سے پانی اتارا جاتا ہے۔ دنیا کا بار بار پیدا کرنا اور بادلوں سے متواتر پانی کا اترنا اور اس سے زندگی کا پیدا ہونا بتاتا ہے کہ یہ دنیا بلاوجہ نہیں پیدا ہوئی۔ اس کو کسی بڑی غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اس غرض کو پورا کرنے کے لئے روحانی پانی کا آسمان سے اترتے رہنا بھی ضروری ہے تاکہ ہر طبقہ کے لوگ اپنی روحانی زندگی کے لئے اس سے سامان حاصل کرتے رہیں۔''

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 514 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

پہاڑوں کی پیدائش
اور ان کے کام اور آج کی سائنسی دریافتیں

''فرماتا ہے ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے ہیں تاکہ وہ انسانوں سمیت تہ وبالا نہ ہوجائے یعنی پہاڑوں کی غرض یہ ہے کہ زمین اپنی تمکنت کی حالت پر قائم رہے کیونکہ علم طبقات الارض سے ثابت ہے کہ زمین اندر سے اب تک بھی گرم ہے لیکن شروع پیدائش میں زیادہ گرم تھی یعنی تغیرات کے نتیجہ میں جب زمین کی گرمی نے اندر کی چھپی ہوئی چٹانوں کو گلا دیا اور بہت سی گیس پیدا ہوگئی تو گیس نے زور مار کر باہر نکلنا چاہا اور اس نکلنے کی کوشش سے زلزلہ آیا اور آتش فشاں پہاڑ پھوٹے۔ اسی طرح پہاڑوں کے عالم وجود میں آنے میں زمین کے اندرونی حصہ کی سطح پر قشری حصوں کے توازن (ISOSTASY) کو بھی دخل ہے اس لحاظ سے پہاڑ گویا سطح زمین کے توازن کا ذریعہ بھی ہیں اور زمین کے اندر پیدا ہونے والے غیر معمولی تغیرات کو زمین کی سطح پر کسی بڑے انقلاب کا موجب بننے سے روکتے ہیں سوائے ایسے استثنائی واقعات کے جو زمین پر ایک قیامت کی طرح وارد ہوسکتے ہیں اور جن کا ثبوت کرہ ارض کی گذشتہ تاریخ سے ظاہر ہے جو زمین ہی کے موجودہ آثار سے معلوم ہوئی ہے۔ پس پہاڑ زمین کو تہ وبالا ہونے سے بچاتے بھی ہیں اور ان کے بعض حصے

بقیہ صفحہ 9 پر

نیاز احمد نائک۔ استاد جامعہ احمدیہ قادیان

اپنے جائزے لیں

از ارشادات خطبات مسرور جلد 8 حصہ دوم

قسط 8

ہر وقت اپنے جائزے لیتے رہیں، استغفار کرتے رہیں، دُرود پڑھتے رہیں

ہر وقت اپنے جائزے لیتے رہیں، استغفار کرتے رہیں، دُرود پڑھتے رہیں تا کہ اپنے اندر انقلاب پیدا کرتے ہوئے اسلام کی تعلیم پھیلانے اور غالب کرنے میں حصہ دار بن کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والے ہوں۔ ورنہ جیسا کہ مَیں نے کہا بہت سے جو اپنے دنیاوی کاموں کا حرج کر کے آتے ہیں ان کو کیا فائدہ کہ اپنا حرج بھی کیا اور دین بھی نہ ملا۔ پس ان دنوں میں اپنے وقت کا صحیح مصرف کریں، جس مقصد کے لئے آئے ہیں اس مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کریں اور جلسے کی برکات اور فیوض سے فائدہ اٹھانے کی بھرپور کوشش کریں۔ اگر اس بات کو ہر شامل ہونے والا جوان، بوڑھا، مرد، عورت سمجھ لے تو اس سے نہ صرف آپ کو فائدہ ہوگا بلکہ آپ دیکھیں گے کہ کس طرح آہستہ آہستہ نیک فطرت لوگ اپنی دینی و دنیاوی بقا کے لئے اسلام کی آغوش میں آنا شروع ہو جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ جس انقلاب نے آنا ہے وہ کسی تلوار یا سیاسی داؤ پیچ سے نہیں آنا بلکہ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے اور دعاؤں سے آنا ہے اور یہی انقلاب ہے جو دائمی انقلاب ہے۔ یہی انقلاب ہے جو کسی ایسی سازش کا شکار نہیں ہوگا کہ کسی طرح اور کب موقع ملے کہ اسلام کو اس ملک سے نکالا جائے۔ بلکہ لوگوں کی کوشش ہوگی تو یہ کہ کس طرح اسلامی تعلیم کو ہم اپنے اوپر لاگو کریں اور اپنی دنیا و عاقبت سنواریں۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 176-177)

ہمیشہ جائزے لیتے رہیں کہ دنیاوی سہولتیں دین سے دور تو نہیں لے جا رہیں

اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ہے اس ملک میں آنے کے راستے بھی ہمارے لئے کھولے۔ کہاں وہ زمانہ تھا کہ ایک شخص خلیفۂ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے یہاں آیا جب حالات مکمل طور پر مخالف تھے۔ اسلام کا نام بھی چھُپ کر لیا جاتا تھا کجا یہ کہ تبلیغ کی جائے۔ اس مجاہد احمدیت کو مالی لحاظ سے بھی جماعت کی کوئی مدد حاصل نہیں تھی۔ خود عطر بیچ بیچ کر اپنا گھر بھی چلایا اور مشن کے اخراجات بھی پورے کئے اور انتظام بھی چلایا۔ ایک شوق تھا، ایک جذبہ تھا جس کے تحت ہمارے پہلے مبلغ مکرم کرم الٰہی صاحب ظفرؓ نے کام کیا۔ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے، آخر کار اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق وہ زمانہ بھی آیا جب ان پابندیوں کا خاتمہ ہوا۔ افراد جماعت کو بھی یہاں آ کر آباد ہونے کا موقع ملا اور مبلغین کے آنے میں بھی آسانیاں پیدا ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ایک خوبصورت مسجد بنانے کی بھی توفیق عطا فرمائی۔ یہاں آنے والے اگر اپنے جائزے لیں تو ان کے دل گواہی دیں گے کہ باوجود یورپ کے باقی ملکوں کی نسبت معاشی لحاظ سے کم ترقی یافتہ ہونے کے، سپین میں آ کر آباد ہونے والوں کی اکثریت کے مالی حالات بہتر ہوئے ہیں۔ پاکستان کی نسبت ذہنی سکون یہاں میسر ہے۔ گو یورپ کے یہ ملک بعض اخلاقی برائیوں میں بڑھے ہوئے ہیں۔ بعض والدین کو اپنے بچوں کی دینی حالت کے بگڑنے کی یقیناً فکر ہے اور یہ جائز فکر ہے۔ لیکن اس لحاظ سے مَیں بات نہیں کر رہا۔ مَیں یہاں مذہبی آزادی کے لحاظ سے ذہنی سکون کی بات کر رہا ہوں۔ گو کہ اب یہاں یورپ کے بعض ملکوں میں بھی اس کے برعکس رجحان شروع ہو چکا ہے۔ اکثر ملکوں میں تو ابھی تک ایک لحاظ سے یہ مذہبی آزادی قائم ہے لیکن مذہبی پابندیوں کی ابتداء ہو چکی ہے۔ کہیں میناروں پر پابندی لگانے کی وجہ سے، کہیں حجاب پر پابندی لگانے کی وجہ سے۔ بہرحال فی الحال عمومی طور پر یہاں آزادی ہے۔ کسی حکومت یا قانون کی تلوار یہ کہہ کر نہیں لٹک رہی کہ تم اذان دو گے تو قید کر دئے جاؤ گے یا کلمہ پڑھ کر توحید کا اعلان کرو گے تو جیل بھیج دئے جاؤ گے۔ پس اس آزادی، سکون اور معاشی بہتری پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور شکرگزاری کرتے ہوئے جلد از جلد اور زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والے بن جائیں۔ یہ دنیاوی ترقیات دین کو بھلانے والی نہ بن جائیں۔ دین سے دور لے جانے والی نہ بن جائیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ ہم پر ہماری کسی خوبی اور صلاحیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اصل میں تو ہمیں یہ بتایا ہے کہ جن لوگوں کو دنیا والے کشکول پکڑانے کی سوچتے ہیں اللہ تعالیٰ خود اپنی جناب سے ان کے لئے اور ان میں سے اکثر غریبوں کے لئے بھی اور کم کشائش والے لوگوں کے لئے بھی وسعتیں عطا فرماتا ہے۔ پس ہر وقت یہ خیال دل میں رہنا چاہئے کہ جو خدا ہمیں اس طرح نوازنے پر قدرت رکھتا ہے وہ ہم سے ہمارے کسی ایسے عمل سے جو اسے پسند نہ ہو ہمارے لئے ناراضگی کا اظہار بھی کر سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی ایسی ہے جس کا کوئی انسان مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پس ہمیشہ جائزے لیتے رہیں۔ یہ دنیاوی سہولتیں اور آسائشیں اور کشائش جو ہمیں میسر ہیں وہ کہیں دین سے اور خدا سے دُور لے جانے کا ذریعہ تو نہیں بن رہیں؟ اگر بن رہی ہیں تو یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ بہت خوف کا مقام ہے۔ پس دنیاوی لحاظ سے بھی ترقی کی طرف اٹھنے والا ہر قدم ہمیں دین میں ترقی کی طرف لے جانے والا ہونا چاہئے۔ جب یہ سوچ ہوگی اور اس کے مطابق ہمارے عمل ہوں گے تو ہمارا اٹھنے والا ہر قدم ہمارے اپنے اندر بھی ایک انقلاب پیدا کر رہا ہوگا اور ہمارے ماحول میں بھی انقلاب پیدا کرنے کا ذریعہ بنے گا۔ وہ انقلاب پیدا کرنے کا ذریعہ بنے گا جس کا گزشتہ تقریباً آٹھ سو سال سے اس ملک کے لئے خاص طور پر ہم انتظار کر رہے ہیں۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 157-158)

سپین میں قدم قدم پر احمدیوں کے لئے ایسے نشانات ہیں جو انہیں اپنے جائزے لینے کی طرف متوجہ کرتے ہیں

سپین میں رہنے والے احمدیوں کو تو جیسا کہ مَیں نے کہا قدم قدم پر ایسے نشانات ملتے ہیں جو انہیں ماضی کے دریچوں میں جھانکنے کی طرف توجہ

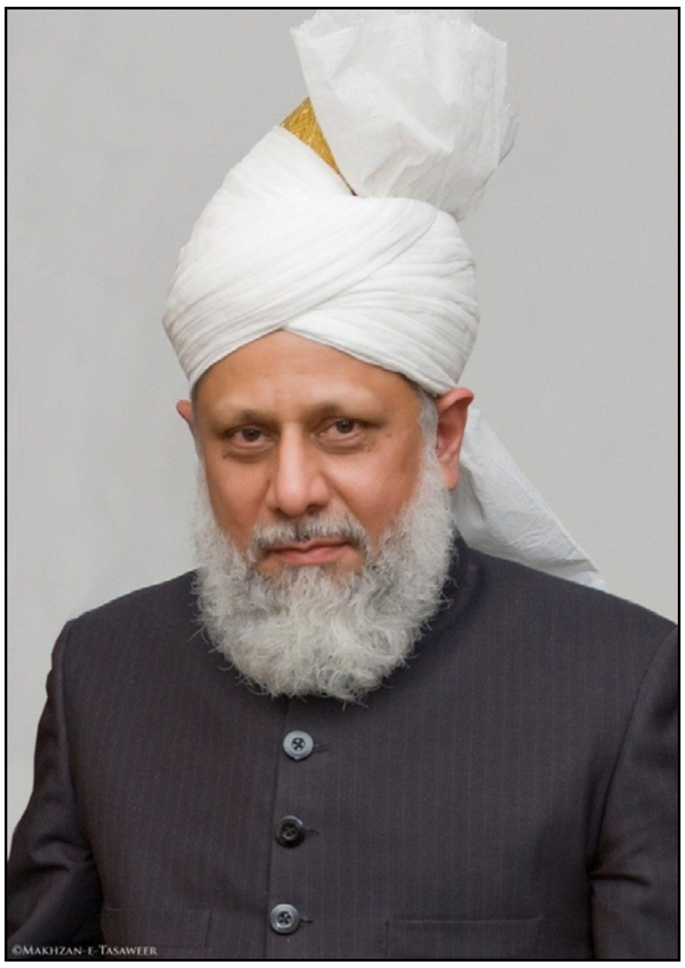

دلاتے ہیں اور توجہ دلاتے ہوئے اپنے جائزے لینے کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ ہر بڑی سڑک پر شہروں کے نام اور یہ شہر اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ جگہیں بھی کبھی اسلامی شان و شوکت کے گہوارے ہوا کرتی تھیں۔ لیکن مسلمانوں کو دولت کی ہوس، آپس کی سیاست اور دھوکے بازیوں، لہو ولعب اور عیاشیوں میں پڑنے کی وجہ سے قصۂ پارینہ بننا پڑا اور وہ پرانے قصے بن گئے اور ایک مسلمان ملک مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ آج اس کھوئی ہوئی عزت وعظمت کو جماعت احمدیہ نے قائم کرنا ہے انشاء اللہ۔ اس کے لئے آنحضرت ﷺ کے حقیقی غلام بن کر دکھانے کی ضرورت ہے۔ اسلام کی تعلیم کی عملی تصویر بننے کی ضرورت ہے جو محبت، پیار اور بھائی چارے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے اور یہ حالت اس وقت پیدا ہو سکتی ہے جب اپنے مقصد پیدائش کو سمجھیں گے۔ ہر احمدی مرد، عورت، بچہ، بوڑھا اپنی پیدائش کے مقصد کو سمجھے گا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں بیان فرمایا ہے کہ مَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذاریات: 57) کہ یعنی مَیں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور جب اس مقصد کے حصول کے لئے عبادت کے معیار طے ہونے شروع ہو جائیں گے تو پاک تبدیلیاں بھی پیدا ہونی شروع ہو جائیں گی۔ اپنی روحانی زندگی کے بھی سامان ہوں گے اور دوسرے کی روحانی زندگی کے لئے بھی کوشش ہو رہی ہوگی۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 162)

اپنے اندر کے جائزے لینے پر ضمیر کی آواز بے چین کر دیتی ہے

اگر ہر ایک اپنے اندر کے جائزے لے تو خود ضمیر کی آواز اسے بے چین کر دیتی ہے اور ایک احمدی کو جسے خدا تعالیٰ نے زمانے کے امام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی ہے اور اس کی کسی نیکی کی وجہ سے جماعت کے ساتھ جڑے رہنے پر قائم رکھا ہوا ہے، اس کا ضمیر تو بار بار اسے اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ اپنے مقصدِ پیدائش کو یاد رکھو۔ یہی وجہ ہے کہ بعض دفعہ احمدی بڑی بے چینی سے، بعض لوگ بڑی سنجیدگی سے اور نیک نیتی سے اور بے چینی سے اپنے خطوں میں بھی اس کا اظہار کرتے ہیں اور جیسا کہ میں

نے کہا ملاقاتوں کے دوران زبانی بھی کہتے ہیں کہ دعا کریں کہ ہم نمازوں کے قائم کرنے والے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اپنے مقصدِ پیدائش کی حصول کی طرف توجہ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 181)

بیرون ملک آنے والے اگر جائزے لیں تو وہ یہی جواب پائیں گے کہ خدا تعالیٰ نے ان پر فضل کیا ہے

یہ ہمارا خدا ہے جو ہر لحاظ سے اپنے بندے کو نوازتا ہے۔ اسے دنیا بھی ملتی ہے اور اس کو نیکیوں کے اجر بھی ملتے ہیں۔ اگر ایسے مہربان اور قدر دان خدا کو چھوڑ کر بندہ اور طرف جائے تو ایسے شخص کو بیوقوف اور بدقسمت کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

پس آپ لوگ جو اس ملک میں آ کر آباد ہوئے ہیں، اپنے جائزے لیں۔ آپ اپنے ماضی کو دیکھیں اور اس پر نظر رکھیں تو آپ میں سے اکثر یہی جواب پائیں گے کہ خدا تعالیٰ نے ہم پر اپنا فضل فرمایا ہے۔ اپنے وطن سے بے وطنی کوئی بلاوجہ اختیار نہیں کرتا۔ یا تو ظالموں کی طرف سے زبردستی نکالا جاتا ہے یا ظلموں سے تنگ آ کر خود انسان نکلتا ہے، یا معاش کی تلاش میں نکلتا ہے۔ اگر احمدی اپنے جائزے لیں تو صاف نظر آئے گا کہ جو صورتیں میں نے بیان کی ہیں ان میں سے اگر پہلی صورت مکمل طور پر نہیں تو دوسری دو صورتیں بہر حال ہیں۔ ظلموں سے تنگ آ کر نکلنا بھی جیسا کہ میں نے کہا ذہنی سکون اور معاش کی تلاش کی وجہ سے ہی ہے اور ان ملکوں کی حکومتوں نے آپ کے حالات کو حقیقی سمجھ کر آپ لوگوں کو یہاں ٹھہرنے کی اجازت دی ہوئی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ سب فضل ہم پر احمدیت کی وجہ سے کئے ہیں۔ پس یہ پھر اس طرف توجہ دلانے والی چیز ہے کہ احمدیت کے ساتھ اس طرح چمٹ جائیں جو ایک مثال ہو تو پھر یہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی شکر گزاری ہو گی۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 189)

جائزے لیں کہ حضرت مسیح موعودؑ سے کئے گئے عہد کے مطابق زندگی گزر رہی ہے

حضرت مسیح موعودؑ نے کن کن باتوں پر ہم سے عہد لیا ہے۔ ان کو میں مختصر آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ ہر ایک اپنے جائزے خود لے کہ کیا اس کی زندگی اس کے مطابق گزر رہی ہے یا گزارنے کی کوشش ہے۔ اگر نہیں تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو سامنے رکھ کر کہ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل:35) اور اپنے عہد کو پورا کرو، ہر عہد کے متعلق یقیناً جواب طلبی ہو گی، ہمیں اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہئے کہ اس عارضی زندگی کے بعد ایک اخروی اور ہمیشہ کی زندگی کا دور شروع ہونا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہم سے کیا عہد لیا ہے؟ اس کو میں مختصر بیان کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ سچے دل سے ہر قسم کے شرک سے دور رہنے کا عہد کرو اور شرک کے بارے میں آپ نے بڑی وضاحت سے ایک دوسری جگہ فرمایا ہے کہ شرک صرف ظاہری بتوں اور پتھروں کا شرک نہیں ہے بلکہ ایک مخفی شرک بھی ہوتا ہے۔ اپنے کاموں کی خاطر اپنی نمازوں کو قربان کرنا یہ بھی شرک ہے۔ نمازوں سے بے توجہگی دوہرا گناہ ہے۔ ایک تو اپنے مقصدِ پیدائش سے دوری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ دوسرے یہ ہے کہ دنیا کو اُس پر مقدم کرنا ہے۔ گویا کہ رازق خدا تعالیٰ نہیں بلکہ آپ کی کوششیں ہیں اور آپ کے کاروبار یا ملازمتیں ہیں۔ بعض دفعہ اولاد بھی خدا تعالیٰ کے حکموں کے مقابلے پر کھڑی ہو جاتی ہے۔ وہ بھی ایک شرک کی قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے واضح حکم کا انکار کر کے اولاد کی بات ماننا بھی ایک قسم کا مخفی شرک ہے۔ بلکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی یاد کو یہ چیزیں بھلا دیتی ہیں۔ کئی لوگ ہیں جو احمدیت سے دور ہٹے ہیں تو اولاد کی وجہ سے۔ اولاد کے بے جا لاڈ پیار نے اور اولاد کی آزادی نے اولاد کو جب دین سے ہٹایا تو خود ماں باپ بھی دین سے ہٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ایک جگہ فرماتا ہے۔ کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (المنافقون:10) کہ اے مومنو! تمہیں تمہارے مال اور اولادیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 190)

ہر وقت جائزے لیں کہ میں ہر قسم کے جھوٹ، زنا، بدنظری سے بچ رہا ہوں کہ نہیں

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک احمدی سے توقع رکھی ہے کہ ہر قسم کے جھوٹ، زنا، بدنظری، لڑائی جھگڑا، ظلم، خیانت، فساد، بغاوت سے ہر صورت میں بچنا ہے۔ ہر وقت اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ میں ان برائیوں سے بچ رہا ہوں؟ بعض لوگ ان باتوں کو چھوٹی اور معمولی چیز سمجھتے ہیں۔ اپنے کاروبار میں، اپنے معاملات میں جھوٹ بول جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک جھوٹ بھی معمولی چیز ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی شرک کے برابر ٹھہرایا ہے۔ زنا ہے، بدنظری وغیرہ ہے۔ یہ برائیاں آج کل میڈیا کی وجہ سے عام ہو گئی ہیں۔ گھروں میں ٹیلی ویژن کے ذریعہ یا انٹرنیٹ کے ذریعہ سے ایسی ایسی بیہودہ اور لچر فلمیں اور پروگرام وغیرہ دکھائے جاتے ہیں جو انسان کو برائیوں میں دھکیل دیتے ہیں۔ خاص طور پر نوجوان لڑکے لڑکیاں بعض احمدی گھرانوں میں بھی اس برائی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پہلے تو روشن خیالی کے نام پر ان فلموں کو دیکھا جاتا ہے۔ پھر بعض بدقسمت گھر عملاً ان برائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تو یہ جو زنا ہے یہ دماغ کا اور آنکھ کا زنا بھی ہوتا ہے اور پھر یہی زنا بڑھتے بڑھتے حقیقی برائیوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ماں باپ شروع میں احتیاط نہیں کرتے اور جب پانی سر سے اونچا ہو جاتا ہے تو پھر افسوس کرتے اور روتے ہیں کہ ہماری نسل بگڑ گئی، ہماری اولادیں برباد ہو گئی ہیں۔ اس لئے چاہئے کہ پہلے نظر رکھیں۔ بیہودہ پروگراموں کے دوران بچوں کو ٹی وی کے سامنے نہ بیٹھنے دیں اور انٹرنیٹ پر بھی نظر رکھیں۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 191)

ہر ایک کو جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہمارے رشتے حضرت مسیح موعودؑ سے تعلق میں حائل تو نہیں ہو رہے

شرائط بیعت کی آخری شرط میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے اطاعت اور تعلق سب دنیاوی رشتوں سے زیادہ ہو۔

(ماخوذ از مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 160 جدید ایڈیشن)

پس ہر ایک کو جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہمارے رشتے، ہماری عزیزداریاں، ہمارے تعلقات، ہماری قرابت داریاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق میں حائل تو نہیں ہو رہے اور اس کے معیار کا علم ہمیں اس وقت ہو گا جب ہم آپ کی تعلیم (جو اسلام کی حقیقی تعلیم ہے) کا جُوا مکمل طور پر اپنے گلے میں ڈالنے والے ہوں گے یا اس کے لئے کوشش کرنے والے ہوں گے۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 195)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حقیقی متبع بننے کے لئے اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمارے سے یہ توقعات ہیں۔ اگر ہم حقیقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق جوڑنا چاہتے ہیں تو ہمیں آپ کی توقعات پر پورا اترنے کی کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ حقیقی متبع بننے کے لئے اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ بوڑھوں، عورتوں، نوجوانوں کو اپنے جائزے لینے ہوں گے۔ والدین کو اپنے گھروں کی نگرانی کرنی ہو گی۔ بچوں کے اٹھنے بیٹھنے اور نقل وحرکت پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ پیار سے ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے آگاہ کریں۔ یہ ماؤں کا بھی کام ہے، باپوں کا بھی کام ہے۔ ایک احمدی مسلمان اور ایک غیر احمدی مسلمان کے فرق کو واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی بیان کیا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ کیا فرق ہے۔ اگر ہمارے اندر کوئی واضح فرق نظر نہیں آتا۔ علاوہ ایک نظام کے ہمارے عمل میں بھی ایک واضح فرق ہونا چاہئے۔ اسی طرح جیسا کہ میں نے کہا کہ جماعتی نظام اور تمام ذیلی تنظیموں کو اپنے دائرے میں فعال تربیتی پروگرام بنانے کی ضرورت ہے۔ اگر صرف دولت کمانے اور دنیاوی آسائشوں اور چمک دمک کے حصول میں زندگیاں گزار دیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکر گزاری ہے۔ جن میں سے سب سے بڑی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہے وہ حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کرنا ہے، ان کی بیعت میں آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو حقیقی احمدی بننے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے حصہ لیتا رہے۔ آمین

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 196-197)

بزرگوں کی روایات

ہمیں اپنے جائزے لینے کی طرف متوجہ کرتی ہیں

اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ جو آپ ﷺ کے عاشق صادق کی صورت میں ہوئی، جس کو اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود اور مہدی موعود اور اُمّتی نبی بنا کر بھیجا۔ جنہوں نے اپنے ساتھ پاک دل اور سعید فطرتوں کو جوڑ کر وہ جماعت قائم فرمائی جو نیکیوں میں بڑھتے چلے گئے، اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے چلے گئے اور اوّلین کے ساتھ مل گئے۔ آج میں اس دورِ آخرین کے ان چند اولین کی روایات پیش کروں گا جو براہ راست حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت سے فیض یاب ہوئے، آپ کی صحبت میں رہے، آپ کو دیکھا اور آپ کے حسن و احسان سے فیض پایا۔ ان روایات میں جہاں ان حق کے متلاشیوں کی اپنی سعید فطرت کی جھلک نظر آتی ہے۔ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفقتوں، محبتوں، قوتِ قدسی اور مقام کا بھی پتہ چلتا ہے جس سے انسان ایک منفرد قسم کا روحانی حظ اٹھاتا ہے۔ ان بزرگوں کے لئے

دعائیں بھی نکلتی ہیں جنہوں نے اپنی روایات ہم تک پہنچا کر جہاں ہمیں اپنے جائزے لینے کی طرف توجہ دلائی، وہاں اس عاشقِ صادق کے حسن اور اپنی جماعت کے بارہ میں جو دلی تمنا تھی اس کی تصویر کشی کی ہوتی ہے۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 364)

اگر جائزے لیں تو چالیس سال کی عمر کے بھی ایسے نکل آئیں گے جو اپنی نمازوں کی حفاظت نہیں کرتے

پس نمازوں کی حفاظت اور اس کا حق ادا کرنا یہ بھی ہے کہ ایسی نمازیں ادا ہوں جو ہر قسم کے اخلاق کو مزید صیقل کرنے والی ہوں۔ بیویوں کے بھی حقوق ادا ہو رہے ہوں اور بچوں کے بھی حقوق ادا ہو رہے ہوں۔ چالیس سال کی عمر جیسا کہ میں نے کہا بڑی پختگی کی عمر ہے لیکن اس عمر میں اگر ہم جائزے لیں تو بہت سے ایسے لوگ نکل آئیں گے جو اپنی نمازوں کی بھی حفاظت نہیں کرتے۔ اپنے فرائض کو ادا نہیں کر رہے ہوتے۔ تو پھر اپنے بچوں سے کس طرح امید رکھ سکتے ہیں کہ وہ نیکیوں پر قائم ہوں۔ یا ان کی کیا ضمانت ہے کہ وہ احمدیت کے ساتھ جڑے رہیں گے۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 510)

انصار اللہ کی عمر پختہ عمر ہے اس میں عارضی اور جذباتی کوششوں کے بجائے مستقل جائزے لینے کی ضرورت ہے

ہم اپنے شہداء کا ذکر سنتے ہیں۔ ایک چیز خصوصیت سے ان میں نظر آتی ہے۔ عبادت اور ذکرِ الٰہی کی طرف توجہ۔ جس طبقے کے لوگ بھی تھے ان کی اس طرف توجہ تھی اور اپنے بچوں سے انتہائی پیار کا تعلق اور ان کو دین سے جوڑے رکھنا اور بچوں پر بھی ان کی باتوں کا ایک نیک اثر تھا۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جو انصار اللہ ہونے کا حق ادا کرنے والے ہیں۔ پس میں پھر انصار اللہ سے کہتا ہوں کہ اگر وہ انصار اللہ کا حق ادا کرنے والے بننا چاہتے ہیں تو اپنی نمازوں اور اپنی عبادتوں کی نہ صرف خود حفاظت کریں بلکہ اس کا حق اپنی نسلوں میں عبادت کرنے والے پیدا کر کے ادا کریں۔ پھر آپ نے اپنی شرائط بیعت میں اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ فرائض نمازوں کے ساتھ تہجد اور نوافل کی طرف بھی توجہ دو۔ پینسٹھ ستر سال کی عمر کو پہنچ کر تو شاید ایک تعداد تہجد پڑھتی بھی ہو اور ان کو خیال بھی آ جاتا ہو۔ لیکن انصار کی جو ابتدائی عمر ہے اس میں بھی تہجد کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں یقیناً ایک تعداد ہے جو تہجد کا التزام کرنے والی ہے۔ بلکہ خدام میں بھی ہیں۔ لیکن انصار میں یہ تعداد اکثریت میں ہونی چاہئے۔ انصار اللہ کا نام جو چالیس سال سے اوپر کی مردوں کی تنظیم کو دیا گیا ہے اور جو پیغام نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ کے اعلان میں ہے وہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر غیر معمولی قربانی پیش کرنے کے لئے بھی تیار ہیں اور دین کے قیام کے لئے ہم اپنی ہر کوشش اور ہر صلاحیت اور ہر ذریعہ بروئے کار لانے کے لئے تیار ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں فرمایا ہے کہ دین کا پھیلاؤ تو دعاؤں کے ذریعے سے ہونا ہے۔ تبلیغ کے ساتھ ساتھ دعاؤں نے ایک بہت بڑا کردار ادا کرنا ہے۔ پس دعاؤں کی طرف ایک خاص جوش کے ساتھ ہمیں توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ انصار اللہ کی عمر ایک تو پختہ عمر ہے اس میں عارضی اور جذباتی کوششوں پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ اپنے مستقل جائزے لیتے ہوئے اس حق کو ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جس کا ادا کرنا ہم پر فرض ہے۔ دعاؤں کا حق، نمازوں اور نوافل کے ذریعے ہی صحیح طور پر ادا ہو سکتا ہے۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 511)

ہم میں اور دوسروں میں فرق تبھی ہو گا جب ہم اپنے نفس کے جائزے لے رہے ہوں

اصل تعلیم وہی ہے جو اس غلام صادق کے ذریعے پھیل رہی ہے جو زمانے کا حَکم عدل ہے اور یہی تعلیم ہے جو حق اور باطل اور صحیح اور غلط اور خالص دینی اور بدعات کی ملونی میں فرق کر کے دکھلانے والی ہے۔ پس مسیح موعود کا کام بطور حَکم عدل کے فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا کی حقیقی تشریح کرنا ہے۔ پس ہمیں اس ماحول سے نکل کر جو آج کل دنیا داری کا ماحول ہے اس حقیقی ماحول کو اپنانے کی ضرورت ہے، اس پر قائم رہنے کی ضرورت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ماننے والوں کے لئے پیش فرمایا ہے۔ ورنہ ہم میں اور دوسروں میں تو کوئی فرق نہیں ہے۔ فرق تبھی واضح ہو گا جب ہماری تبلیغ کے ساتھ، جب ہمارے پروگراموں کے ساتھ ہمارے اپنے اندر بھی وہی تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہوں گی۔ ہم اپنے نفس کے بھی جائزے لے رہے ہوں گے۔ جو تعلیم دے رہے ہوں گے، جس تعلیم کو سمجھ رہے ہوں گے اس پر عمل کرنے کی بھی کوشش کر رہے ہوں گے۔ اس کے نمونے بھی دکھا رہے ہوں گے۔ پس اسلام کی جس خوبصورت تصویر کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمایا ہے اور جو فرق کر کے دکھایا ہے جو اصل میں وہ تصویر ہے جو آنحضرت ﷺ نے پیش فرمائی ہے۔ اسی کی آج دنیا کو ضرورت ہے۔ اسی کی آج ہمیں ضرورت ہے۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 530)

تمام مبلغین اور دنیا کے مختلف جامعات میں پڑھنے والے ہمیشہ اپنے جائزے لیتے رہیں

اب میں آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش رکھتا ہوں کہ آپ کیا چاہتے ہیں کہ کس قسم کے واقفینِ زندگی ہونے چاہئیں۔ آپ فرماتے ہیں:

’’ہمیں ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور سے کچھ کر کے دکھانے والے ہوں۔ علمیت کا زبانی دعویٰ کسی کام کا نہیں‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 682)

پس یہاں میں تمام مبلغین اور جو دنیا کے مختلف جامعہ احمدیہ میں پڑھ رہے ہیں، ان پڑھنے والوں سے بھی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں۔ ہمیشہ اپنے جائزے لیتے رہیں کہ ہمارے علم اور عمل میں مطابقت ہے یا نہیں۔ وعظ تو ہم کر رہے ہوں کہ نمازوں میں سستی گناہ ہے اور خود نمازوں میں سستی ہو۔ خاص طور پر طلباء جامعہ احمدیہ جو ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے۔ بعض عملی میدان میں آئے ہوئے بھی سستی کر جاتے ہیں ان کو بھی یاد رکھنا چاہئے۔ دوسروں کو تو ہم یہ کہہ رہے ہوں کہ بدرسومات جو مختلف جگہوں پر ہوتی ہیں، مثلاً شادی بیاہ میں ہوتی ہیں یہ بدعات ہیں اور خلیفہ وقت اور نظام جماعت ان کی اجازت نہیں دیتا۔ دین ان کی اجازت نہیں دیتا، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سختی سے ان کو ردّ فرمایا ہے۔ اللہ اور رسول ان کو ردّ کرتے ہیں۔ لیکن اپنے بچوں یا اپنے عزیزوں کی شادیوں میں ان باتوں کا خیال نہ رہے یا ایسی شادیوں میں شامل ہو جائیں جن میں یہ بدرسومات کی جا رہی ہوں اور وہاں بیٹھے رہیں اور نہ ان کو سمجھائیں اور نہ اٹھ کر آئیں تو یہ چیزیں غلط ہیں۔ پس اگر دین کا علم سیکھا ہے تو اس لئے کہ عالم باعمل بنیں اور بننے کی کوشش کریں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ واقفِ زندگی ایسے ہونے چاہئیں گے کہ ’’نخوت اور تکبر سے بکلی پاک ہوں‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 682)

اب ہر واقفِ زندگی جائزہ لے جو میدانِ عمل میں ہیں یا مختلف جگہوں پر کام کر رہے ہیں اور وہ بھی جو جامعات میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور جب ہمیں جائزے لینے کی یہ عادت پڑے گی تو پھر ایک تبدیلی بھی پیدا ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس سال کینیڈا کے جامعہ احمدیہ سے بھی واقفینِ نو کی اور مربیان کی، مبلغین کی پہلی کھیپ نکل رہی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ باقی جگہوں سے بھی واقفینِ نو میں سے نکلنی شروع ہو جائے گی بلکہ پاکستان میں تو ہو سکتا ہے کہ کچھ واقفینِ نو مربیان بن بھی چکے ہوں۔ تو ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ عاجزی اور انکساری ایک مبلغ کا خاصہ ہونا چاہئے لیکن وقار قائم رکھنا بھی ضروری ہے۔ پھر آپ نے واقفینِ زندگی کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ ’’ہماری کتابوں کا کثرت سے مطالعہ کرنے سے ان کی علمیت کامل درجہ تک پہنچی ہوئی ہو‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 682)

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 542-543)

جب ہم قربانیوں کرنے والوں کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہمیں اپنے جائزے لینے کی بھی ضرورت ہے

شہداء کی قربانیاں ہمارے ایمانوں میں بھی اضافے کا باعث بن رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس خوشخبری کو سن کر کہ وہ خوشخبریاں پا رہے ہیں اور پیچھے رہنے والوں کے بارہ میں خوشخبریاں پا رہے ہیں، اس بارہ میں بہت سے خطوط خط لکھنے والے شہداء کے ورثاء مجھے لکھتے ہیں کہ ہم خواب میں فلاں شہید کو ملے، اپنے شہید کو ملے، بھائی کو ملے، باپ کو ملے، بیٹے کو ملے۔ اُس نے کہا کہ میں بہت خوش ہوں۔ یہاں عجیب نرالا سلوک مجھ سے ہو رہا ہے۔ تم لوگ تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جب ہم اُن سے اُن کی خوشی کے اظہار سن کر اس یقین پر پختہ ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو خاص رزق دے رہا ہے، اُن کے لئے خوشی کے سامان بہم پہنچا رہا ہے تو اس بات پر بھی ہمارا یقین بڑھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پیچھے رہ جانے والوں کی کامیابیوں کے بارہ میں جو انہیں خوشخبریاں دے رہا ہے وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ ضرور سچ ثابت ہوں گی اور ہو رہی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی تقدیر ایک فیصلہ کر کے چلتی ہے تو پھر تدریجی نتائج پیدا کرتے ہوئے وہ اپنے عروج پر پہنچتی ہے۔ بندے کو بظاہر پتہ نہیں چل رہا ہوتا لیکن جب آخری نتیجہ نکلتا ہے تو پھر اسے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے وعدے کتنے سچے ہیں۔ وہ کتنے سچے وعدوں والا خدا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے وعدوں سے زیادہ سے زیادہ اور جلدی فیض پانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پہلے سے بڑھ کر چمٹنے کی ضرورت ہے۔ ہم اپنی قربانیاں کرنے والوں کے نیک اعمال کا ذکر کرتے ہیں، اُن کی نیکیوں کا ذکر کرتے ہیں، مختلف خصوصیات کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیں اپنے اعمال کے جائزے لینے کی بھی ضرورت ہے تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے تحت جماعت کو جو کامیابیاں ملنی ہیں، جن کی خبریں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کرنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے دیتا ہے، ہم

بھی اُن کامیابیوں کا حصہ بن جائیں۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 574-575)

حضرت مسیح موعودؑ سے فتوحات کا وعدہ ان شاء اللہ یقیناً پورا ہوگا لیکن ہمیں اپنی حالتوں کے جائزے لینے کی ضرورت ہے

ہمیں صرف اس بات پر ہی تسلی نہیں پکڑنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ قربانیوں کو ضائع نہیں کرتا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ مَیں تجھے فتوحات دوں گا، یہ تو ہوگا اور انشاء اللہ تعالیٰ یقیناً ہوگا لیکن ہمیں اپنی حالتوں کے جائزے لینے کی بھی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ (حم السجدہ:9)۔ یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور اس کے مطابق نیک عمل بھی کئے اُن کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ پس ایمان لا کر پھر نیک اعمال بھی ضروری ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’مَیں اپنی جماعت کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ ضرورت ہے اعمالِ صالحہ کی۔ خدا تعالیٰ کے حضور اگر کوئی چیز جا سکتی ہے تو وہ یہی اعمالِ صالحہ ہیں‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 14)

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 676)

ہر ایک جائزے لے کہ گزرنے والے سال میں ہم نے کتنی برائیوں کو دور کیا

آپس کے تعلقات ہیں۔ آپس کے جو تعلقات ایک احمدی کے دوسرے احمدی کے ساتھ ہونے چاہئیں، ایک رشتے کے دوسرے رشتے کے ساتھ ہونے چاہئیں اگر ان حقوق کا پاس نہیں تو پھر ان جگہوں کی برکات سے انسان فیض نہیں پا سکتا۔ نہ دعاؤں سے کوئی فیض حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اعمالِ صالحہ میں تمام حقوق بھی آ جاتے ہیں۔ پس ہم میں سے ہر ایک اگر اپنے جائزے لے اور دیکھے کہ گزرنے والے سال میں ہم نے اپنے اندر سے کتنی برائیوں کو دور کیا ہے؟ ہمارے قربانی کرنے والوں نے ہماری اپنی طبیعتوں میں، ہمارے اپنے رویّوں میں کیا انقلاب پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً انفرادی طور پر بھی یہ سال جس کا آغاز اور اختتام بھی جمعہ کو ہوا اور ہو رہا ہے ہمارے لئے برکتوں کا سال ہے۔ لیکن اگر ہم دنیاداری میں بڑھتے رہے، اسی میں پڑے رہے اور ایک دوسرے کے حقوق غصب کرتے رہے۔ میاں بیوی، نند، بھابھی، ساس، کاروباری شراکت دار ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہے، ایک دوسرے کے ساتھ طعن و تشنیع کرتے رہے، اپنے رویوں میں، اپنی بول چال میں غلط الفاظ استعمال کرتے رہے تو پھر ہم برکتیں تو نہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے والے ہیں۔ ہمارے جو قربانی کرنے والے ہیں ان کی زبانی یاد کا دعویٰ کرنے والے تو ہم بنے ہیں، اُن کو اپنے لئے نمونہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہم نہیں بنے۔ اگر ہمارے اپنے رویے نہیں بدلے تو ہم نے ان قربانی کرنے والوں کی تسکین کا سامان نہیں کیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اگر دشمنانِ احمدیت کی طرف سے ہمارے لئے تکلیفیں پہنچانے کی انتہا کی گئی تو ہم اپنے ایمان کو اپنے اعمال سے سجاتے، اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتے۔ ہمارے خلاف اگر آگ بھڑکائی گئی تو ہمیں اس آگ میں سے اس سونے کی طرح نکلنا چاہئے تھا جو آگ میں سے کندن بن کر نکلتا ہے۔ ہمارے آنسو اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے یوں نکلتے جو ہماری ذاتی زندگیوں میں بھی انقلاب پیدا کر دیتے۔ پس ہم میں سے جن کا یہ گزرنے والا سال اس طرح گزرا اور انہوں نے اپنے ایمان کی اپنے اعمال سے آبیاری کی وہ خوش قسمت ہیں۔ آئندہ آنے والے سال میں پہلے سے بڑھ کر اس تعلق کو مضبوط کرنے کی خدا تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے اور جو لوگ اپنی اصلاح کی طرف توجہ نہیں دے سکے وہ آج رات کی دعاؤں میں، اس وقت جمعہ کی دعاؤں میں بھی اس پہلو کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نیک اعمال بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے اور آئندہ سال میں اپنی اصلاح کے پہلو کو ہر وقت سامنے رکھیں اور اس کو سامنے رکھتے ہوئے، اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے نیک اعمال بجا لانے کی کوشش کریں۔ اپنی عبادتوں کے معیار بلند کریں۔ اللہ کرے کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنے عملوں کو ڈھالنے والے ہوں۔ آج رات جب خاص طور پر مغربی دنیا میں اکثریت شرابوں اور ناچ گانوں اور شور شرابوں میں مصروف ہو گی اس وقت ہم اپنے جذبات کو خدا تعالیٰ کے حضور اس عہد کے ساتھ بہائیں کہ آئندہ سال اور ہمیشہ ہمارے جذبات اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرتے ہوئے اُس کے حضور بہتے چلے جائیں گے۔ ہم اپنے ایمان میں ترقی کی کوشش کرنے والے ہوں گے۔ اپنی ہر حالت اور ہر عمل کو خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق ڈھالنے والے بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری دعائیں بھی قبول فرمائے۔ آئندہ سال جو آ رہا ہے وہ سب احمدیوں کے لئے، انفرادی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی بے انتہا مبارک سال ہو۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 678-679)

درخواست دعا

مکرم ڈاکٹر چوہدری محمد بشیر (واقفِ زندگی)۔ لائبیریا یہ اعلان کرواتے ہیں:

خاکسار کچھ عرصہ سے دل کے عارضہ میں مبتلا ہے۔ چند روز قبل اینجو گرافی کر کے سٹینٹ ڈال دیا گیا ہے۔ چند ایام سے نزلہ، زکام اور گلہ میں شدید انفیکشن کی بھی شکایت ہے۔ اللہ کے فضل سے طبیعت میں بتدریج بہتری آ رہی ہے۔ الحمد للہ۔ قارئین الفضل کی خدمت میں دعا کی عاجزانہ درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاء کاملہ و عاجلہ عطا کرے اور ہر قسم کی پیچیدگی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

بقیہ: جامع المناھج والاسالیب...... از صفحہ 5

آتش فشانی کی شکل میں زمین کی اندرونی طاقتوں کا نقشہ بھی پیش کرتے رہتے ہیں۔

(دیکھو مارولز اینڈ مسٹریز آف سائنس مصنفہ الیس ن ہاکس ایف۔آر۔اے۔ایس زیرعنوان کرسٹ آف دی ارتھ نیز دیکھیں انسائیکلوپیڈیا بریٹینکا زیر عنوان جیالوجی)

اللہ تعالیٰ ان مادی پہاڑوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ روحانی عالَم کے اندر جو گرمی بھری ہوئی ہے وہ بھی جوش میں آ کر آتش فشاں پہاڑوں کی طرح دنیا پر تباہی لاتی ہے۔ لیکن پھر ہم روحانی پانی کے ذریعہ سے اس آگ کو ٹھنڈا کر دیتے ہیں اور کچھ سبزہ زار میدانوں والے پہاڑ ظاہر ہو جاتے ہیں یعنی اولیاء اللہ۔

پھر فرماتا ہے کہ ہم نے ان پہاڑوں کے درمیان بڑے بڑے کھلے راستے بنائے ہیں تا کہ لوگ ان پر چل کر فائدہ اٹھائیں۔ چنانچہ ابتداءِ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ لشکروں کی نقل و حرکت ہمیشہ پہاڑی رستوں کے ذریعہ ہی ہوا کرتی تھی کیونکہ میدانوں میں رستوں کا پہچاننا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن پہاڑوں کے اندر قدرت نے جو خود بخود وادیاں اور رستے بنائے ہوئے ہوتے ہیں ان کا پہچاننا آسان ہوتا ہے اور دور دور کی قومیں ان رستوں کے ذریعہ آسانی کے ساتھ ادھر ادھر آ جا سکتی ہیں۔ فرماتا ہے جس طرح مادی دنیا میں تمہیں یہ نظارہ نظر آتا ہے اسی طرح روحانی پہاڑوں کی ہدایت کے ساتھ لوگ روحانی سفر طے کرتے ہیں اور اس طرح مادی اور روحانی سلسلہ آپس میں متوازی چلتا چلا جاتا ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 515 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

نباتات میں جوڑے

’’(سورۃ طٰہٰ آیت 54) سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نباتات کے جوڑے ہیں۔ اس مسئلہ کا سوائے چند ایک چیزوں مثلاً کھجور کے آج سے سو سال قبل کسی کو علم نہیں تھا مگر اب بے شمار نباتی چیزوں کے جوڑے ثابت ہو چکے ہیں جو قرآن کریم کی صداقت کا ایک عظیم الشان ثبوت ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 432 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

دنیا میں ڈیما کریٹک حکومتوں کا قیام

اس آیت میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب نیلی آنکھوں والے یعنی یورپین لوگ یہ پیشگوئی پڑھیں گے تو کہیں گے کہ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ عیسائی حکومتیں تباہ ہو جائیں گی۔ لیکن اگر یہ صحیح ہے تو ہمارے ڈیوک اور ایمپرر اور کنگ کہاں جائیں گے؟ اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس تباہی کے آنے سے پہلے ہی ان کو ختم کر دیا جائے گا اور تمام ملکوں میں ڈیماکریسی قائم ہو جائے گی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ لوگ قرآن لانے والے کی آواز سننے لگ جائیں گے جس کی تعلیم میں کوئی کمی نہیں۔ اور رحمٰن خدا کی آواز بلند ہونے لگ جائے گی اور شرک کی آواز دھیمی پڑنے لگ جائے گی اور یا تو ترقی کے لیے عیسائی ہونا بڑی سفارش سمجھا جاتا تھا اور یا اس زمانہ میں ترقی کے لئے مسلمان ہونا سفارش سمجھا جائے گا۔ مسلمان ہونے کا نتیجہ ہم نے اس بات سے نکالا ہے کہ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ شفاعت اسی کو فائدہ دے گی جس کے لئے رحمٰن خدا اجازت دے گا اور جس کے متعلق بات کہنے پر وہ راضی ہوگا اور قرآن کریم میں مسلمانوں کے متعلق آتا ہے کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ (مجادلہ:23) کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ پس رَضِیَ لَہٗ قَوۡلًا میں مسلمانوں کا ذکر ہے کہ اس وقت مسلمان ہونا ہی ترقی کا سب سے بڑا معیار سمجھا جائے گا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 467 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

ابو مصور خان

مقام وعظمتِ خلافت

رہ تکتے تکتے جن کی کروڑوں ہی مر گئے

قسط اول

قارئین الفضل آن لائن کے لئے ایک خصوصی تحریر

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۵۶﴾ وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۵۷﴾ لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَمَاۡوٰىہُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۵۸﴾

(النور:56-58)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اُس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ ہرگز گمان نہ کر کہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ (مومنوں کو) زمین میں بے بس کرتے پھریں گے جبکہ ان کا ٹھکانا آگ ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی جماعت کو ایک عظیم الشان نعمت کی خوشخبری دیتے ہوئے گویا روحانی آب حیات کے چشمہ پر لا کھڑا کر دیا اور نبوت جیسی نعمت عظمٰی کے تسلسل کو ہمیشہ کے لئے جاری رکھنے کی نوید مسرت سنا دی۔

خلفاء نبی کے کمالات لئے ہوئے ہوتے ہیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی مخلوق کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنے خالق حقیقی سے مونہہ موڑ چکے ہوتے ہیں اور مخلوق اور خالق کے مابین رشتۂ عبودیت میں رخنہ واقع ہو جاتا ہے تب اس کی رحمانیت جوش میں آتی ہے اور وہ نبی کو بھیجتا ہے کہ تا اس رشتہ میں پیدا ہونے والی کدورتوں کو ختم کیا جا سکے۔ جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ تا خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقعہ ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں۔‘‘

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 180)

لیکن ظاہر ہے کہ نبی بھی بنی نوع انسان میں سے ہی ایک ہوتا ہے اور ہمیشہ کی عمر لے کر تو نہیں آتا اور کچھ دیر کے بعد اس کو بھی کل نفس ذائقۃ الموت کے قانون قدرت کے تحت اس دنیا سے جانا ہی ہوتا ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ نبی کی اس کمی کو محسوس کیا جاتا ہے اور فطرت انسانی تقاضا کرتی ہے کہ اس نعمت غیر مترقبہ اور بے شمار برکتوں کے حامل وجود کو دیر تک ہمارے اندر رہنا چاہئے تھا اور وہی رحمان خدا جو بنی نوع انسان پر محض اپنے لطف و کرم سے نبی کو بھیجتا ہے۔ وہی رحیم و کریم ذات اپنے نیک بندوں کی خاطر نبوت کی برکات اور فیوض کو جاری رکھنے کے لئے خلافت کے سلسلہ کو قائم فرما دیتا ہے۔ چنانچہ اس کریمانہ حکمت کو بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

’’اول یہ کہ اس بات کو عقل ضروری تجویز کرتی ہے کہ چونکہ الٰہیات اور امور معاد کے مسائل نہایت باریک اور نظری ہیں گویا تمام امور غیر مرئی اور فوق العقل پر ایمان لانا پڑتا ہے نہ خدا تعالیٰ کبھی کسی کو نظر آیا نہ کبھی کسی نے بہشت دیکھی اور نہ دوزخ کا ملاحظہ کیا اور نہ ملائک سے ملاقات ہوئی اور علاوہ اس کے احکام الٰہی مخالف جذبات نفس ہیں اور نفس امارہ جن باتوں میں لذت پاتا ہے احکام الٰہی ان سے منع کرتے ہیں لہٰذا عند العقل یہ بات نہ صرف احسن بلکہ واجب ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاک نبی جو شریعت اور کتاب لے کر آتے ہیں اور اپنے نفس میں تاثیر اور قوت قدسیہ رکھتے ہیں یا تو وہ ایک لمبی عمر لے کر آویں اور ہمیشہ اور ہر صدی میں ہر یک اپنی نئی امت کو اپنی ملاقات اور صحبت سے شرف بخشیں اور اپنے زیر سایہ رکھ کر اور اپنے پر فیض پروں کے نیچے انکو لے کر وہ برکت اور نور اور روحانی معرفت پہنچاویں جو انہوں نے ابتداء زمانہ میں پہنچائی تھی اور اگر ایسا نہیں تو پھر ان کے وارث جو انہیں کے کمالات اپنے اندر رکھتے ہوں اور کتاب الٰہی کے دقائق اور معارف کو وحی اور الہام سے بیان کر سکتے ہوں اور منقولات کو مشہودات کے پیرایہ میں دکھلا سکتے ہوں اور طالب حق کو یقین تک پہنچا سکتے ہوں ہمیشہ فتنہ اور فساد کے وقتوں میں ضرور پیدا ہونی چاہیئے تا انسان جو مغلوب شبہات و نسیان ہے ان کے فیض حقیقی سے محروم نہ رہے۔‘‘

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 345)

اپنی اسی تصنیف میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’پھر بعض اور آیات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور خداوند کریم نے یہی ارادہ فرمایا ہے کہ روحانی معلم جو انبیاء کے وارث ہیں ہمیشہ ہوتے رہیں اور وہ یہ ہیں۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ (النور:56)، وَلَا یَزَالُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا تُصِیۡبُہُمۡ بِمَا صَنَعُوۡا قَارِعَۃٌ اَوۡ تَحُلُّ قَرِیۡبًا مِّنۡ دَارِہِمۡ حَتّٰی یَاۡتِیَ وَعۡدُ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ (الرعد:32)، وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیۡنَ حَتّٰی نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا (بنی اسرائیل:16) یعنی خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے اے مومنان امت محمد یہ وعدہ کیا ہے کہ تمہیں بھی وہ زمین میں خلیفہ کرے گا جیسا کہ تم سے پہلوں کو کیا اور ہمیشہ کفار پر کسی قسم کی کوفتیں جسمانی ہوں یا روحانی پڑتی رہیں گی یا ان کے گھر سے نزدیک آ جائیں گی۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ آ پہنچے گا اور خدا تعالیٰ اپنے وعدوں میں تخلف نہیں کرتا اور ہم کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتے جب تک ایک رسول بھیج نہ لیں۔

ان آیات کو اگر کوئی شخص تامل اور غور کی نظر سے دیکھے تو میں کیونکر کہوں کہ وہ اس بات کو سمجھ نہ جائے کہ خدا تعالیٰ اس امت کے لئے خلافت دائمی کا صاف وعدہ فرماتا ہے اگر خلافت دائمی نہیں تھی تو شریعت موسوی کے خلیفوں سے تشبیہ دینا کیا معنی رکھتا تھا اور اگر خلافت راشدہ صرف تیس برس تک رہ کر پھر ہمیشہ کے لئے اس کا دور ختم ہو گیا تھا تو اس سے لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ اس امت پر ہمیشہ کے لئے ابواب سعادت مفتوح رکھے کیونکہ روحانی سلسلہ کی موت سے دین کی موت لازم آتی ہے اور ایسا مذہب ہرگز زندہ نہیں کہلا سکتا جس کے قبول کرنے والے خود اپنی زبان سے ہی یہ اقرار کریں کہ تیرہ 1300سو برس سے یہ مذہب مرا ہوا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس مذہب کے لئے ہرگز یہ ارادہ نہیں کیا کہ حقیقی زندگی کا وہ نور جو نبی کریم کے سینہ میں تھا وہ توارث کے طور پر دوسروں میں چلا آوے۔

افسوس کہ ایسے خیال پر جمنے والے خلیفہ کے لفظ کو بھی جو استخلاف سے مفہوم ہوتا ہے تدبّر سے نہیں سوچتے کیونکہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو اس واسطے رسول کریم نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اطلاق ہو کیونکہ خلیفہ درحقیقت رسول کا ظلّ ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے پس جو شخص خلافت کو صرف تیس برس تک مانتا ہے وہ اپنی نادانی سے خلافت کی علت غائی کو نظر انداز کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ تو ہرگز نہیں تھا کہ رسول کریم کی وفات کے بعد صرف تیس برس تک رسالت کی برکتوں کو خلیفوں کے لباس میں قائم رکھنا ضروری ہے پھر بعد اس کے دنیا تباہ ہو جائے تو ہو جائے کچھ پرواہ نہیں بلکہ پہلے دنوں میں تو خلیفوں کا ہونا بجز شوکت اسلام پھیلانے کے کچھ اور زیادہ ضرورت نہیں رکھتا تھا کیونکہ انوار رسالت اور کمالات نبوت تازہ بتازہ پھیل رہے تھے اور ہزارہا معجزات بارش کی طرح ابھی نازل ہو چکے تھے اور اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو اس کی سنت اور قانون سے یہ بھی بعید نہ تھا کہ بجائے ان چار خلیفوں کے اس تیس برس کے عرصہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کو ہی بڑھا دیتا اس حساب سے تیس برس کے ختم ہونے تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل 93 برس کی عمر تک پہنچتے اور یہ اندازہ اس زمانہ کی مقررہ عمروں سے نہ کچھ زیادہ اور نہ اس قانون قدرت سے کچھ بڑھ کر ہے جو انسانی عمروں کے بارے میں ہماری نظر کے سامنے ہے۔

پس یہ حقیر خیال خدا تعالیٰ کی نسبت تجویز کرنا کہ اس کو صرف اس

امت کے تیس 30 برس کا ہی فکر تھا اور پھر ان کو ہمیشہ کے لئے ضلالت میں چھوڑ دیا اور وہ نور جو قدیم سے انبیاء سابقین کی امت میں خلافت کے آئینہ میں وہ دکھلاتا رہا اس امت کے لیے دکھلانا اس کو منظور نہ ہوا۔ کیا عقل سلیم خدائے رحیم و کریم کی نسبت ان باتوں کو تجویز کرے گی ہرگز نہیں اور پھر یہ آیت خلافت ائمہ پر گواہ ناطق ہے۔ وَلَقَدۡ کَتَبۡنَا فِی الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّکۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ یَرِثُہَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ (الانبیاء:106) کیونکہ یہ آیت صاف صاف پکار رہی ہے کہ اسلامی خلافت دائمی ہے اس لئے کہ یَرِثُہَا کا لفظ دوام کو چاہتا ہے وجہ یہ کہ اگر آخری نوبت فاسقوں کی ہو تو زمین کے وارث وہی قرار پائیں گے نہ کہ صالح اور سب کا وارث وہی ہوتا ہے جو سب کے بعد ہو۔“

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 352-354)

آیت استخلاف میں بیان فرمودہ امور

اس آیت میں جو کہ آیت استخلاف کہلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ میری طرف سے کھڑے ہونے والے خلیفہ کی کیا کیا علامات ہیں۔ علامات تو گویا اس مقام و مرتبہ کا بیان ہے کہ جس سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ اس کو خدا نے کھڑا کیا ہے اور خدا اس کے ساتھ کھڑا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ان علامات کا ذکر فرمایا ہے جو اختصار کے ساتھ ہدیہ قارئین ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:

”یہ آیت جو آیتِ استخلاف کہلاتی ہے اس میں مندرجہ ذیل امور بیان کئے گئے ہیں۔

- اوّل۔ جس انعام کا یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ ایک وعدہ ہے۔
- دوم۔ یہ وعدہ امت سے ہے جب تک وہ ایمان اور عمل صالح پر کار بند رہے۔
- سوم۔ اس وعدہ کی غرض یہ ہے کہ (الف) مسلمان بھی وہی انعام پائیں جو پہلی اُمتوں نے پائے تھے کیونکہ فرماتا ہے لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ (ب) اس وعدہ کی دوسری غرض تمکین دین ہے۔ (ج) اس کی تیسری غرض مسلمانوں کے خوف کو امن سے بدل دینا ہے۔ (د) اس کی چوتھی غرض شرک کا دُور کرنا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا قیام ہے۔

نعمت خلافت کی ناشکری کرنے والے فاسق

اس آیت کے آخر میں وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اس کے وعدہ ہونے پر زور دیا اور وَلَئِنۡ کَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ کے وعید کی طرف توجہ دلائی کہ ہم جو انعامات تم پر نازل کرنے لگے ہیں اگر تم اُن کی ناقدری کرو گے تو ہم تمہیں سخت سزا دیں گے۔ خلافت بھی چونکہ ایک بھاری انعام ہے۔ اس لئے یاد رکھو جو لوگ اس نعمت کی ناشکری کریں گے وہ فاسق ہو جائیں گے۔

یہ آیت ایک زبردست شہادت خلافتِ راشدہ پر ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور احسان مسلمانوں میں خلافت کا نظام قائم کیا جائے گا جو مؤید من اللہ ہوگا۔ جیسا کہ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ سے ظاہر ہے اور مسلمانوں کو پہلی قوموں کے انعامات میں سے وافر حصہ دلانے والا ہوگا۔ پھر اس آیت میں خلفاء کی علامات بھی بتائی گئی ہیں جن سے سچے اور جھوٹے میں فرق کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

پہلی علامت

اوّل۔ خلیفہ خدا بناتا ہے یعنی اس کے بنانے میں انسانی ہاتھ نہیں ہوتا۔ نہ وہ خود خواہش کرتا ہے اور نہ کسی منصوبہ کے ذریعہ وہ خلیفہ ہوتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ تو ایسے حالات میں وہ خلیفہ بنتا ہے جبکہ اس کا خلیفہ ہونا بظاہر ناممکن سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ الفاظ کہ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ خود ظاہر کرتے ہیں کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے کیونکہ جو وعدہ کرتا ہے وہی دیتا بھی ہے۔ نہ یہ کہ وعدہ تو وہ کرے اور اُسے پورا کوئی اور کرے۔ پس اس آیت میں پہلی بات یہ بتائی گئی ہے کہ سچے خلفاء کی آمد خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوگی کوئی شخص خلافت کی خواہش کر کے خلیفہ نہیں بن سکتا اور نہ کسی منصوبہ کے ماتحت خلیفہ بن سکتا ہے۔ خلیفہ وہی ہوگا جسے خدا بنانا چاہے گا بلکہ بسا اوقات وہ ایسے حالات میں خلیفہ ہوگا جبکہ دنیا اُس کے خلیفہ ہونے کو ناممکن خیال کرتی ہوگی۔

دوسری علامت

دوسری علامت اللہ تعالیٰ نے سچے خلیفہ کی یہ بتائی ہے کہ وہ اُس کی مدد انبیاء کے مشابہ کرتا ہے کیونکہ فرماتا ہے کہ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ کہ یہ خلفاء ہماری نصرت کے ایسے ہی مستحق ہوں گے جیسے پہلے خلفاء۔

تیسری علامت

... تیسری بات اس آیت سے یہ نکلتی ہے کہ یہ وعدہ امت سے اس وقت تک کے لئے ہے جب تک کہ امت مومن اور عمل صالح کرنے والی رہے۔ جب وہ مومن اور عمل صالح کرنے والی نہیں رہے گی تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے اس وعدہ کو واپس لے لے گا۔۔۔

چوتھی علامت

چوتھی علامت خلفاء کی اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ ان کے دینی احکام اور خیالات کو اللہ تعالیٰ دنیا میں پھیلائے گا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ کہ اللہ تعالیٰ اُن کے دین کو تمکین دے گا اور باوجود مخالف حالات کے اُسے دنیا میں قائم کرے گا۔ یہ ایک زبردست ثبوت خلافتِ حقہ کی تائید میں ہے اور جب اس پر غور کیا جاتا ہے تو خلفاء کی صداقت پر خدا تعالیٰ کا یہ ایک بہت بڑا نشان نظر آتا ہے۔۔۔۔ دین کے ایک معنے سیاست اور حکومت کے بھی ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے سچے خلفاء کی اللہ تعالیٰ نے یہ علامت بتائی کہ جس سیاست اور پالیسی کو وہ چلائیں گے اللہ تعالیٰ اُسے دنیا میں قائم فرمائے گا۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ذاتی معاملات میں خلیفۂ وقت سے کوئی غلطی ہو جائے لیکن ان معاملات میں جن پر جماعت کی روحانی اور جسمانی ترقی کا انحصار ہو اگر اُس سے کوئی غلطی سرزد بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اپنی جماعت کی حفاظت فرماتا ہے اور کسی نہ کسی رنگ میں اُسے اس غلطی پر مطلع کر دیتا ہے۔ صوفیاء کی اصطلاح میں اسے عصمت صغریٰ کہا جاتا ہے۔ گویا انبیاء کو تو عصمتِ کبریٰ حاصل ہوتی ہے لیکن خلفاء کو عصمتِ صغریٰ حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اُن سے کوئی ایسی اہم غلطی نہیں ہونے دیتا جو جماعت کے لئے تباہی کا موجب ہو۔ اُن کے فیصلوں میں جزئی اور معمولی غلطیاں ہو سکتی ہیں مگر انجام کار نتیجہ یہی ہوگا کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا اور اُس کے مخالفوں کو شکست ہوگی۔ گویا بوجہ اس کے کہ ان کو عصمتِ صغریٰ حاصل ہوگی۔ خدا تعالیٰ کی پالیسی بھی وہی ہوگی جو اُن کی ہوگی۔ بیشک بولنے والے وہ ہوں گے۔ زبانیں انہی کی حرکت کریں گی۔ ہاتھ انہی کے چلیں گے۔ دماغ انہی کا کام کرے گا۔ مگر ان سب کے پیچھے خدا تعالیٰ کا اپنا ہاتھ ہوگا۔۔۔

پانچویں علامت

پانچویں علامت اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا۔ یعنی جب بھی قومی طور پر اسلامی خلافت کے لئے کوئی خوف پیدا ہوگا اور لوگوں کے دلوں میں نورِ ایمان باقی ہوگا اللہ تعالیٰ اس خوف کے بعد ضرور ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ جن سے مسلمانوں کا خوف امن سے بدل جائے گا۔۔۔ بعض لوگ غلطی سے اس آیت کا یہ مفہوم سمجھتے ہیں کہ خلفاء راشدین ہر تخویف سے محفوظ رہتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو چونکہ خلافت کے بعد مختلف حوادث پیش آئے اور دشمنوں نے انہیں شہید کر دیا۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ کے سوا اور کسی کو خلیفۂ راشد تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ غلطی انہیں اس لئے لگی ہے کہ انہوں نے قرآنی الفاظ پر غور نہیں کیا۔ بیشک خوف کا امن سے بدل جانا بھی بڑی نعمت ہے لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا کہ جو بھی خوف پیدا ہوگا اُسے امن سے بدل دیا جائے گا۔ بلکہ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا فرمایا ہے کہ جو خوف اُن کے دل میں پیدا ہوگا اور جس چیز سے وہ ڈریں گے اللہ تعالیٰ اُسے دور کر دے گا اور اس کی جگہ امن پیدا کر دے گا۔ پس وعدہ یہ نہیں کہ زید اور بکر کے نزدیک جو بھی ڈرنے والی بات ہو وہ خلفاء کو پیش نہیں آئے گی۔ بلکہ وعدہ یہ ہے کہ جس چیز سے وہ ڈریں گے اللہ تعالیٰ اُسے ضرور دُور کر دے گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ مثال کے طور پر یوں سمجھ لو کہ سانپ بظاہر ایک بڑی خوفناک چیز ہے مگر کئی لوگ ہیں جو سانپ کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے سانپ کا خوف کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اسی طرح فقر ایک بڑی خوف والی چیز ہے مگر رسول کریم ﷺ کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں اَلۡفَقۡرُ فَخۡرِیۡ فقر میرے لئے ذلت کا موجب نہیں بلکہ فخر کا موجب ہے۔ اب اگر کسی کے ذہن میں یہ بات ہو کہ کھانے کے لئے اگر ایک وقت کی روٹی بھی نہ ملے تو یہ بڑی ذلّت کی بات ہوتی ہے تو کیا اس کے اس خیال کی وجہ سے ہم یہ مان لیں گے کہ نعوذ باللہ رسول کریم ﷺ کی بھی ذلت ہوئی؟ جو شخص فقر کو اپنی عزت کا موجب سمجھتا ہے۔ جو شخص چیتھڑوں کو قیمتی لباس سے زیادہ بہتر چیز سمجھتا ہے اور جو شخص دنیوی مال و متاع کو نجاست کی طرح حقیر سمجھتا ہے اُس کے لئے فقر کا خوف بالکل بے معنے ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا بلکہ فرمایا ہے وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا کہ کوئی ایسی خوف والی بات پیدا نہیں ہوگی جس سے وہ ڈرتے ہوں گے۔ اس فرق کو مدّنظر رکھ کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ خلفاء پر کوئی ایسی مصیبت نہیں آئی جس سے انہوں نے خوف کھایا ہو اور اگر آئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے امن سے بدل دیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت عمرؓ شہید ہوئے مگر جب واقعات کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس شہادت سے کوئی خوف نہیں تھا۔ بلکہ وہ متواتر دعائیں کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! مجھے شہادت نصیب کر اور شہید بھی مجھے مدینہ میں کر۔ پس وہ شخص جس نے اپنی ساری عمر یہ دعائیں کرتے ہوئے گزار دی ہو کہ یا اللہ مجھے مدینہ میں شہادت دے وہ اگر شہید ہو جائے تو ہم یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اس پر ایک خوفناک وقت آیا مگر وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے امن سے نہ بدلا گیا۔ بیشک اگر حضرت عمرؓ شہادت سے ڈرتے اور پھر وہ شہید ہو جاتے تو کہا جا سکتا

تھا کہ اُن کے خوف کو خدا تعالیٰ نے امن سے نہ بدلا مگر وہ تو دعائیں کرتے رہتے تھے کہ یا اللہ! مجھے مدینہ میں شہادت دے۔ پس اُن کی شہادت سے یہ کیونکر ثابت ہوگیا کہ وہ شہادت سے ڈرتے بھی تھے اور جب وہ شہادت سے نہیں ڈرتے تھے بلکہ اس کے لئے دعائیں کرتے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا تو معلوم ہوا کہ اس آیت کے ماتحت اُن پر کوئی ایسا خوف نہیں آیا جو اُن کے دل نے محسوس کیا ہو اور اس آیت میں جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں یہی ذکر ہے کہ خلفاء جس بات سے ڈرتے ہوں گے وہ کبھی وقوع پذیر نہیں ہوسکتی اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اُن کے خوف کو امن سے بدل دے گا مگر جب وہ ایک بات سے ڈرتے ہی نہ ہوں بلکہ اپنی عزت اور بلندئ درجات کا موجب سمجھتے ہوں تو اُسے خوف کہنا اور پھر یہ کہنا کہ اسے امن سے کیوں نہ بدل دیا گیا بے معنی بات ہے۔ میں نے تو جب حضرت عمرؓ کی اس دعا کو پڑھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس کا بظاہر یہ مطلب تھا کہ دشمن مدینہ پر حملہ کرے اور اُس کا حملہ اتنی شدت سے ہو کہ تمام مسلمان تباہ ہو جائیں پھر وہ خلیفۂ وقت تک پہنچے اور اُسے بھی شہید کر دے مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی دعا بھی قبول کر لی اور ایسے سامان بھی پیدا کر دیئے جن سے اسلام کی عزت قائم رہی۔ چنانچہ بجائے اس کے کہ مدینہ پر کوئی بیرونی لشکر حملہ آور ہوتا اندر سے ہی ایک خبیث اٹھا اور اُس نے خنجر سے آپ کو شہید کر دیا پھر حضرت عثمانؓ کے ساتھ جو واقعات پیش آئے ان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان باتوں سے کبھی خائف نہیں ہوئے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ جب باغیوں نے مدینہ پر قبضہ کرلیا تو وہ نماز سے پہلے تمام مسجد میں پھیل جاتے اور اہل مدینہ کو ایک دوسرے سے جدا جدا رکھتے تا کہ وہ اکٹھے ہو کر اُن کا مقابلہ نہ کرسکیں مگر باوجود اس شورش اور فتنہ انگیزی اور فساد کے حضرت عثمانؓ نماز پڑھانے کے لئے اکیلے مسجد میں تشریف لاتے اور ذرا بھی خوف محسوس نہ کرتے اور اس وقت تک برابر آتے رہتے جب تک لوگوں نے آپ کو منع نہ کر دیا۔ جب فتنہ بہت بڑھ گیا اور حضرت عثمانؓ کے گھر پر مفسدوں نے حملہ کر دیا تو بجائے اس کے کہ آپ صحابہؓ کا اپنے مکان کے گرد پہرہ لگواتے۔ آپ نے انہیں قسم دے کر کہا کہ وہ آپ کی حفاظت کر کے اپنی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالیں اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ کیا شہادت سے ڈرنے والا آدمی بھی ایسا ہی کیا کرتا ہے؟ اور وہ لوگوں سے کہا کرتا ہے کہ میرا فکر نہ کرو بلکہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ پھر اس بات کا کہ حضرت عثمانؓ ان واقعات سے کچھ بھی خائف نہیں تھے ایک اور زبردست ثبوت یہ ہے کہ اس فتنہ کے دوران میں ایک دفعہ حضرت معاویہؓ حج کرنے آئے جب وہ شام کو واپس جانے لگے تو مدینہ میں وہ حضرت عثمانؓ سے ملے اور عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ شام میں چلیں۔ وہاں آپ تمام فتنوں سے محفوظ رہیں گے آپ نے فرمایا کہ معاویہ! میں رسول کریم ﷺ کی ہمسائیگی پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر آپ کو یہ بات منظور نہیں تو میں شامی سپاہیوں کا ایک لشکر آپ کی حفاظت کے لئے بھیج دیتا ہوں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں اپنی حفاظت کے لئے ایک لشکر رکھ کر مسلمانوں کے رزق میں کمی کرنا نہیں چاہتا۔ حضرت معاویہؓ نے عرض کیا کہ امیرالمومنین! لوگ آپ کو دھوکا سے قتل کر دیں گے۔ یا ممکن ہے آپ کے خلاف وہ برسر پیکار ہو جائیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ میرے لئے میرا خدا کافی ہے۔ آخر انہوں نے کہا اگر آپ اور کچھ منظور نہیں کرتے تو اتنا ہی کریں کہ شرارتی لوگوں کو بعض اکابر صحابہؓ کے متعلق گھمنڈ ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ آپ کے بعد وہ کام سنبھال لیں گے۔ چنانچہ وہ ان کا نام لے لے کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ آپ ان سب کو مدینہ سے رخصت کر دیں اور بیرونی ملکوں میں پھیلا دیں۔ اس سے شریروں کے ارادے پست ہو جائیں گے اور وہ خیال کریں گے کہ آپ سے تعرض کر کے انہوں نے کیا لینا ہے جبکہ مدینہ میں کوئی اور کام کو سنبھالنے والا ہی نہیں مگر حضرت عثمانؓ نے یہ بات بھی نہ مانی اور کہا یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ جن کو رسول کریم ﷺ نے جمع کیا ہے۔ میں اُن کو جلا وطن کر دوں۔ حضرت معاویہؓ یہ سُن کر رو پڑے اور انہوں نے عرض کیا اگر آپ اور کچھ نہیں کرتے تو اتنا ہی اعلان کر دیں کہ میرے خون کا بدلہ معاویہؓ لے گا۔ مگر آپ نے فرمایا معاویہؓ! تمہاری طبیعت تیز ہے میں ڈرتا ہوں کہ مسلمانوں پر تم کہیں سختی نہ کرو۔ اس لئے میں یہ اعلان بھی نہیں کرسکتا۔ اب کہنے کو تو یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ دل کے کمزور تھے مگر تم خود ہی بتاؤ کہ اس قسم کی جرأت کتنے لوگ دکھا سکتے ہیں اور کیا ان واقعات کے ہوتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اُن کے دل میں کچھ بھی خوف تھا۔ اگر خوف ہوتا تو وہ کہتے کہ تم اپنی فوج کا دستہ میری حفاظت کے لئے بھجوا دو۔ انہیں تنخواہیں میں دلواؤں گا اور اگر خوف ہوتا تو آپ اعلان کر دیتے کہ مجھ پر کسی نے ہاتھ اٹھایا تو وہ سُن لے کہ میرا بدلہ معاویہؓ لے گا مگر آپ نے سوائے اس کے کوئی جواب نہ دیا کہ معاویہؓ! تمہاری طبیعت تیز ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے تم کو یہ اختیار دے دیا تو تم مسلمانوں پر سختی کرو گے۔ پھر جبکہ آخر میں دشمنوں نے دیوار پھاند کر آپ پر حملہ کیا تو کس دلیری سے آپ نے مقابلہ کیا۔ بغیر ڈر اور خوف کے اظہار کے آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہے... ان واقعات کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان واقعات سے خائف تھے اور جب وہ ان واقعات سے خائف ہی نہ تھے تو مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا کے خلاف یہ واقعات کیونکر ہوگئے۔ یہ لوگ تو اگر کسی امر سے خائف تھے تو اس سے کہ اسلام کی روشنی میں فرق نہ آئے۔ سو باوجود ان واقعات کے وہی بات آخر قائم ہوئی جسے یہ لوگ قائم کرنا چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے خوف کو امن سے بدل دیا...... اگر محض لوگوں کی مخالفت کو ہی خوفناک امر قرار دے دیا جائے تب تو ماننا پڑے گا کہ انبیاء (نعوذ باللہ) ہمیشہ لوگوں سے ڈرتے رہے ہیں کیونکہ جتنی مخالفت لوگ اُن کی کرتے ہیں اتنی مخالفت اور کسی کی نہیں کرتے بہر حال دنیا کی مخالفت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اللہ تعالیٰ نے وَلَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا فرمایا ہے کہ جس چیز سے وہ ڈرتے ہوں گے اُسے اللہ تعالیٰ دور کر دے گا اور اُن کے خوف کو امن سے بدل دے گا اور جیسا کہ میں بتا چکا ہوں وہ صرف اس بات سے ڈرتے تھے کہ امتِ محمدیہ میں گمراہی اور ضلالت نہ آجائے۔ سو امتِ محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس توجہ اور دعا کی برکت سے بحیثیت مجموعی ضلالت سے محفوظ رکھا اور اہل سنت والجماعت کا مذہب ہی دنیا کے کثیر حصہ پر ہمیشہ غالب رہا۔

میں نے اس آیت کے جو یہ معنے کئے ہیں کہ اس جگہ خوف سے مراد عام خوف نہیں بلکہ وہ خوف ہے جسے خلفاء کا دل محسوس کرتا ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں عام خوف ضرور ہوتا ہے بلکہ عام خوف بھی اللہ تعالیٰ ان سے دور ہی رکھتا ہے۔ سوائے اس کے کہ اس میں کوئی مصلحت ہو جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب خوف پیدا ہوا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ عام مسلمانوں کی حالت ایسی ہو چکی تھی کہ اب وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلافت کے انعام کے مستحق نہیں رہے تھے۔ پس میرا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو عام خوفوں سے محفوظ نہیں رکھتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اصل وعدہ اس آیت میں اُسی خوف کے متعلق ہے جس کو وہ خوف قرار دیں اور وہ بجائے کسی اور بات کے ہمیشہ اس ایک بات سے ہی ڈرتے تھے کہ اُمت محمدیہ میں گمراہی اور ضلالت نہ آجائے سو خدا کے فضل سے امتِ محمدیہ ایسی ضلالت سے محفوظ رہی اور باوجود بڑے بڑے فتنوں کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کی وفات کے بعد اس کی ہدایت کے سامان ہوتے رہے۔ اصل معجزہ یہی ہوتا ہے کہ کسی کی وفات کے بعد اس

کی خواہشات پوری ہوتی رہیں۔ زندگی میں اگر کسی کی خواہشیں پوری ہوں تو کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے تدبیروں سے کام لیا تھا مگر جس کی زندگی ختم ہو جائے اور پھر بھی اس کی خواہشیں پوری ہوتی رہیں اس کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ اُس نے کسی ظاہری تدبیر سے کام لے لیا ہو گا بلکہ یہ امر اس بات کا ثبوت ہو گا کہ وہ شخص خدا تعالیٰ کا محبوب اور پیارا تھا اور اللہ تعالیٰ کا اُس سے گہرا تعلق تھا جیسے رسول کریم ﷺ نے کشفی حالت میں سراقہ بن مالک کے ہاتھوں میں سونے کے کڑے دیکھے۔ اب رسول کریم ﷺ کا معجزہ صرف یہ نہیں کہ آپ نے اُس کے ہاتھ میں سونے کے کڑے دیکھے بلکہ معجزہ یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ رسول کریم ﷺ فوت ہوگئے ایک لمبا عرصہ گزرنے کے بعد مالِ غنیمت میں سونے کے کڑے آئے اور باوجود اس کے کہ شریعت میں مردوں کو سونے کے کڑے پہننے ممنوع ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ جذبہ پیدا کر دیا کہ وہ رسول کریم ﷺ کے اس کشف کو پورا کرنے کے لئے اُسے سونے کے کڑے پہنائیں۔ چنانچہ آپ نے اُسے پہنائے۔ پس اس واقعہ میں معجزہ یہ ہے کہ باوجود یہ کہ رسول کریم ﷺ فوت ہو چکے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے دل میں رسول کریم ﷺ کی ایک پیشگوئی کو پورا کرنے کا جذبہ پیدا کر دیا۔ پھر یہ بھی معجزہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی یہ بات حضرت عمرؓ نے سُن لی اور آپ کو اس کے پورا کرنے کا موقع مل گیا۔ آخر حضرت عمرؓ رسول کریم ﷺ کی ہر بات تو نہیں سنا کرتے تھے۔ ممکن ہے یہ بات کسی اور کے کان میں پڑتی اور وہ آگے کسی اور کو بتانا بھول جاتا مگر اس معجزہ کا یہ بھی ایک حصہ ہے کہ جس شخص کے پاس سونے کے کڑے پہنچنے تھے اسے رسول کریم ﷺ کا یہ کشف بھی پہنچ چکا تھا۔ پھر اس معجزے کا یہ بھی حصہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ تحریک پیدا کر دی کہ وہ اس صحابی کو سونے کے کڑے پہنائیں حالانکہ شریعت کے لحاظ سے مردوں کے لئے سونا پہننا ممنوع ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ کی اس پیشگوئی کو پورا کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے آپ کے دل کو اس نے اس طرف مائل کر دیا کہ مردوں کے سونا نہ پہننے میں جو حکمتیں ہیں وہ بھی بیشک اچھی ہیں مگر رسول کریم ﷺ کی پیشگوئی کو پورا کرنے کیلئے کسی کو تھوڑی دیر کے لئے سونے کے کڑے پہنا دینا بھی کوئی بری بات نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ انہوں نے اس صحابی کو اپنے سامنے سونے کے کڑے پہنائے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ خلفاء راشدین فوت ہوگئے تو ان کی وفات کے سالہا سال بعد خدا تعالیٰ نے اُن کے خوف کو امن سے بدلا۔ کبھی سو سال بعد کبھی دو سو سال بعد۔ کبھی تین سو سال بعد۔ کبھی چار سو سال بعد اور کبھی پانچ سو سال کے بعد اور اس طرح ظاہر کر دیا کہ خدا تعالیٰ اُن سے محبت رکھتا ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ ان کے ارادے رائیگاں جائیں لیکن اگر اس ساری آیت کو ساری قوم کی طرف منسوب کر دیا جائے تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اس صورت میں بھی وہی معنے کئے جائیں گے جن کو میں نے بیان کیا ہے یعنی اس صورت میں بھی ساری قوم کو اگر کوئی خوف ہوسکتا تھا تو وہ کفار کے اسلام پر غلبہ کا ہوسکتا تھا۔ فردی طور پر تو کسی کو یہ خوف

بقیہ صفحہ 13 پر

مبارک احمد منیر۔ برکینا فاسو

دنیا کا امیر ترین شخص

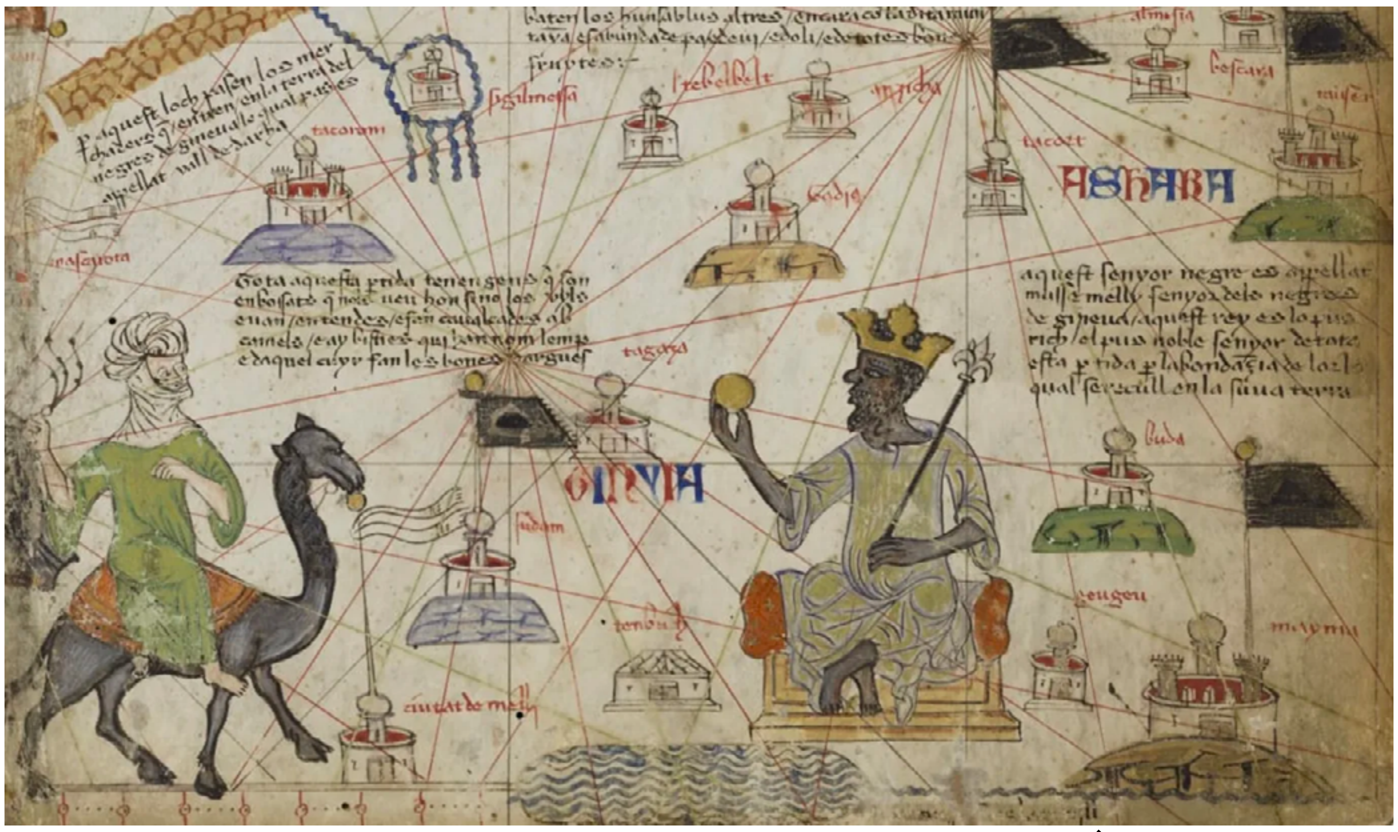

اس وقت دنیا میں امیر ترین شخص ایلون مسک ہیں جن کی دولت کا تخمینہ اڑھائی سو بلین ڈالر سے زائد لگایا جاتا ہے۔ ہم ان کی دولت کا اندازہ اس طرح بھی لگا سکتے ہیں کہ پاکستانی حکومت اپنے ملک کو چلانے کے لیے آئی ایم ایف سے دو دو بلین ڈالرقرض لینے پر بہت خوش ہوتی ہے اب ملک کی معیشت کو کچھ سہارا مل گیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں دنیا کے بعض ہاتھوں میں ہی سینکڑوں بلین ڈالر ہیں۔

اسلامی تاریخ میں ایک ایسا عظیم الشان بادشاہ بھی گزرا ہے جو کہ سینکڑوں سال پہلے گزرنے کے باوجود بھی آج کی ترقی یافتہ دنیا سے کئی گناہ زیادہ امیر تھا۔ یہ بادشاہ چودھویں صدی عیسویں میں مغربی افریقہ کے ملک مالی میں گزرا ہے۔ اس کا نام منسا موسیٰ تھا۔ یہ بادشاہ بعض دیگر ناموں سے بھی مشہور ہے جیسا کہ کنکا موسیٰ۔ منسا کا مطلب بادشاہ ہے اور موسیٰ اس کا نام ہے۔ منسا موسیٰ نے 1312ء سے 1337ء تک مالی پر حکومت کی۔ اس زمانہ میں مالی کی سلطنت میں آج کل کے ملکوں میں سینیگال، جنوبی موریتانیا، مالی، شمالی برکینا فاسو، مغربی گیمبیا، گنی بساؤ، آئیوری کوسٹ اور شمالی گھانا کے علاقے شامل تھے۔ منسا موسیٰ سلطنت مالی کا سب سے مشہور اور نیک نام حکمران گزرا ہے۔ اس کے عہد میں مالی کی سلطنت اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گئی۔ منسا موسیٰ نے ٹمبکٹو Timbuktu، جنّے Djenne اور گاؤ Gao جیسے شہر آباد کیے اور ان میں کثرت سے عمارات بنوائیں۔ ان شہروں کو علم و ادب کا مرکز بنایا جہاں عالم اسلام کے علماء اکھٹے رہتے تھے اور دین اسلام کی تعلیمات کو پورے ملک میں رائج کرنے کی کوشش کرتے۔ یہ تینوں شہر تجارت اور اسلامی ثقافت کا مرکز بنے۔

منسا موسیٰ 1312 ء میں بادشاہ بنا جب اس سے پہلا بادشاہ جس کا نام ابو بکر تھا ایک سمندری سفر پر نکلا لیکن واپس نہ آسکا۔ منسا موسیٰ کے بادشاہ بننے سے پہلے ہی یہ سلطنت کافی خوشحال تھی لیکن منسا موسیٰ کے بادشاہ بننے کے بعد تجارت میں بہت اضافہ ہوگیا جس کی وجہ سے یہ افریقہ کی خوشحال اور امیر ترین سلطنت بن گئی۔ یہاں کی زیادہ تر آمدنی سونے اور نمک کی کانوں سے آتی تھی۔ اس کے علاوہ ہاتھی دانت کی بھی تجارت کی جاتی تھی۔ اس زمانہ میں منسا موسیٰ کی دولت 400 بلین ڈالر سے زائد تھی۔

منسا موسیٰ کی دولت کا دنیا کو اس وقت پتہ چلا جب منسا موسیٰ نے حج کے ارادہ سے مکہ مکرمہ کی طرف 1324ء میں ایک عظیم الشان سفر کیا۔ اس سفر میں جو کہ 4000 میل پر محیط تھا، اس کے قافلہ میں 60 ہزار افراد شامل تھے۔ ان میں بادشاہ کے خاندان کے لوگ، غلام اور دیگر افراد شامل تھے۔ بارہ ہزار صرف غلام تھے جن کا کام خدمت کرنا تھا۔ اس کے علاوہ تمام شاملین کے پاس کثرت سے سونا تھا یہاں تک کہ ہر غلام کے پاس بھی 1.8 کلو سونا تھا۔ تمام افراد کو بہترین خوبصورت سلک کے کڑھائی کیے ہوئے کپڑے بنا کر دیئے گئے تھے۔ تمام قافلے والوں کو ہر طرح کی موجود سہولیات دی گئیں تھیں نیز تمام افراد گھوڑوں پر سوار تھے۔ کھانے پینے کا خاص انتظام کیا گیا تھا۔ منسا موسیٰ اپنے سفر کے دوران جب بھی کسی غریب افراد کے پاس سے گزرتا تو ان میں سونا تقسیم کرتا۔ وہ جہاں سے بھی گزرتا وہاں مساجد اور تعلیمی ادارے بناتا۔ یہاں تک کہ بعض کے نزدیک ہر جمعہ کو اس نے ایک مسجد بنوائی۔ اس کے ساتھ 80 اونٹ تھے۔ ہر ایک اونٹ پر 136 کلو سونا لدا ہوا تھا۔ جب منسا موسیٰ کا قافلہ قاہرہ پہنچا تو اس نے وہاں اتنی کثرت سے سونا تقسیم کیا کہ اگلے 12 سالوں کے لیے مصر میں سونے کی قیمت ہی گر گئی۔ اس زمانہ میں قاہرہ میں مملوک سلطان ملک الناصر کی حکومت تھی، جس نے اس سے خاص طور پر ملنے کی خواہش کی۔ اس کے علاوہ اس نے مکہ مدینہ میں بھی کثرت سے سونا صدقہ کیا۔

اس سفر سے منسا موسیٰ کا تعارف یورپین دنیا میں بھی پھیلا۔ حج سے واپسی پر منسا موسیٰ اپنے ساتھ ایک بڑی تعداد میں عربی کتب، علماء کی جماعت اور آرکیٹک لیکر آیا، جن کی مدد سے تمام سلطنت میں کثرت سے مساجد، لائبریریاں اور اسلامک یونیورسٹیوں کا قیام کیا گیا۔ اس دور میں مالی کو افریقہ میں اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے مرکز مانا جاتا تھا۔

منسا موسیٰ کی وفات 1337ء کو ہوئی۔ بعد ازاں اس کے بیٹے بادشاہ بنے لیکن ان کے دور میں مالی کی سلطنت کمزور ہوتی گئی اور بعد میں کئی حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ منسا موسیٰ کی وفات کے بعد بھی اس کا نام دولت کی وجہ سے زندہ رہا لیکن ایک بڑی وجہ اس کی اسلام سے محبت اور لگاؤ تھا جس کے فروغ کے لیے اس نے پوری کوشش کی اور بے دریغ دولت کا استعمال کیا۔

ریفرنس

https://www.history.com/news/who-was-the-richest-man-in-history-mansa-musa

https://www.blackpast.org/global-african-history/mali-empire-ca-1200/

https://education.nationalgeographic.org/resource/mansa-musa-musa-i-mali

https://www.sahistory.org.za/article/grade-7-term-1-kingdom-mali-and-city-timbuktu-14th-century

https://www.britannica.com/biography/Musa-I-of-Mali

بقیہ: مقام وعظمتِ خلافت...... از صفحہ 12

ہوسکتا ہے کہ میرا بیٹا نہ مرجائے۔ کسی کو یہ خوف ہوسکتا ہے کہ مجھے تجارت میں نقصان نہ ہو جائے مگر قوم کا خوف تو ایسا ہی ہوسکتا ہے جو اپنے اندر قومی رنگ رکھتا ہو اور وہ خوف بھی پھر یہی ماننا پڑتا ہے کہ ایسا نہ ہو اسلام پر کفار غالب آجائیں۔ سو قوم کا یہ خوف بھی اسلام کے ذریعہ ہی دور ہوا اور اسلام کو ایسا زبردست غلبہ حاصل ہوا جس کی اور کہیں مثال نہیں ملتی۔

خلفاء کی چھٹی علامت اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡـًٔا وہ خلفاء میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ یعنی اُن کے دلوں میں خدا تعالیٰ جرأت اور دلیری پیدا کردے گا اور خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کا خوف اُن کے دل میں پیدا نہیں ہوگا۔ وہ لوگوں کے ڈر سے کوئی کام نہیں کریں گے بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھیں گے اور اُسی کی خوشنودی اور رضا کے لئے تمام کام کریں گے۔ یہ معنے نہیں کہ وہ بُت پرستی نہیں کریں گے۔ بُت پرستی تو عام مسلمان بھی نہیں کرتے کجا یہ کہ خلفاء کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ بُت پرستی نہیں کریں گے۔ پس یہاں بُت پرستی کا ذکر نہیں بلکہ اس امر کا ذکر ہے کہ وہ بندوں سے ڈر کر کسی مقام سے اپنا قدم پیچھے نہیں ہٹائیں گے بلکہ جو کچھ کریں گے خدا تعالیٰ کے منشاء اور اس کی رضا کو پورا کرنے کیلئے کریں گے اور اس امر کی ذرا بھی پرواہ نہیں کریں گے کہ اس راہ میں انہیں کن بلاؤں اور آفات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ...... تمام خلفاء کے حالات میں ہمیں یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡـًٔا کا نہایت اعلیٰ درجہ کا نظارہ نظر آتا ہے جو اس بات کا یقینی اور قطعی ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خود مقامِ خلافت پر کھڑا کیا تھا اور وہ آپ اُن کی تائید اور نصرت کا ذمہ دار رہا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 370-387)

(باقی کل ان شاء اللہ)

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

دعا کا تحفہ

رکوع کے بعد قیام کی دعا

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب (رکوع سے کھڑے ہوتے وقت) سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے یعنی سن لی اللہ نے اُس کی جس نے اُس کی تعریف کی تو یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ

(بخاری کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: اے اللہ! میرے ربّ سب تعریف تیرے لئے ہے۔

حضرت رفاعہؓ بن رافع زرقی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم نے نبی کریمؐ کے پیچھے نماز ادا کی جب آپؐ نے رکوع سے سَر اُٹھایا اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہا تو ایک شخص نے کہا رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ

(بخاری کتاب صلوٰۃ)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! تیرے لئے ہی ہر قسم کی تعریف ہے ایسی تعریف جو بہت زیادہ ہے اور پاک ہے جس میں بہت برکت ہے۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے نماز کے بعد فرمایا کہ مَیں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو اِن کلمات کو لکھنے کے لئے لپکتے دیکھا کہ اِسے کون پہلے لکھتا ہے؟

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 61-62)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

فقہی کارنر

حضرت عائشہؓ کی آنحضرتؐ کے ساتھ شادی پر اعتراض کا جواب

ہندوؤں کے اس اعتراض کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:

یہ اعتراض جہالت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ کاش اگر نادان معترض پہلے کسی محقق ڈاکٹر یا طبیب سے پوچھ لیتا تو اس اعتراض کرنے کے وقت بجز اس کے کسی اور نتیجہ کی توقع نہ رکھتا کہ ہر یک حقیقت شناس کی نظر میں نادان اور احمق ثابت ہوگا۔ ڈاکٹر مون صاحب جو علوم طبعی اور طبابت کے ماہر اور انگریزوں میں بہت مشہور محقق ہیں وہ لکھتے ہیں کہ گرم ملکوں میں عورتیں آٹھ یا نو برس کی عمر میں شادی کے لائق ہو جاتی ہیں۔ کتاب موجود ہے تم بھی اسی جگہ ہو اگر طلب حق ہے تو آ کر دیکھ لو اور حال میں ایک ڈاکٹر صاحب جنہوں نے کتاب معدن الحکمت تالیف کی ہے۔ وہ اپنی کتاب تدبیر بقاء نسل میں بعینہ یہی قول لکھتے ہیں جو اوپر نقل ہو چکا اور صفحہ 48 میں لکھتے ہیں کہ ڈاکٹروں کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ نو یا آٹھ یا پانچ یا چھ برس کی لڑکیوں کو حیض آیا ہے۔ یہ کتاب میرے پاس موجود ہے جو چاہے دیکھ لے۔ ان کتابوں میں کئی اور ڈاکٹروں کا نام لے کر حوالہ دیا گیا ہے اور چونکہ یہ تحقیقاتیں بہت مشہور ہیں اور کسی دانا پر مخفی نہیں اس لئے زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں اور حضرت عائشہؓ کا نو سالہ ہونا تو صرف بے سرو پا اقوال میں آیا ہے۔ کسی حدیث یا قرآن سے ثابت نہیں لیکن ڈاکٹر واہ صاحب کا ایک چشم دید قصہ لینسٹ نمبر 15 مطبوعہ اپریل 1881ء میں اس طرح لکھا ہے کہ انہوں نے ایسی عورت کو جنایا جس کو ایک برس کی عمر سے حیض آنے لگا تھا اور آٹھویں برس حاملہ ہوئی اور آٹھ برس دس مہینہ کی عمر میں لڑکا پیدا ہوا۔

(آریہ دھرم، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 63۔ 64)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نصیحت

حضرت اسامہؓ کے لشکر کو خطاب فرماتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ

میں تم کو دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔ تم خیانت نہ کرنا اور مالِ غنیمت سے چوری نہ کرنا۔ تم بدعہدی نہ کرنا اور مُثلہ نہ کرنا اور کسی چھوٹے بچے کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی بوڑھے کو اور نہ ہی کسی عورت کو اور نہ کھجور کے درخت کاٹنا اور نہ اس کو جلانا اور نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا۔ نہ تم کسی بکری گائے اور اونٹ کو ذبح کرنا سوائے کھانے کے لیے۔ جب ضرورت ہو کرو، نہیں تو نہیں اور تم کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جنہوں نے اپنے آپ کو گرجوں میں وقف کر رکھا ہے۔ پس تم انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دینا انہیں کچھ نہیں کہنا جو راہب ہیں اور تم ایسے لوگوں کے پاس جاؤ گے جو تمہیں مختلف قسم کے کھانے برتنوں میں پیش کریں گے۔ تم ان پر اللہ کا نام لے کر کھانا اور تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو اپنے سر کے بال درمیان سے صاف کیے ہوں گے اور چاروں طرف پٹیوں کی مانند بال چھوڑے ہوں گے تو تلوار سے ان کی خبر لینا کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے والے اور جنگیں کرنے والے لوگ ہیں۔ اللہ کے نام سے روانہ ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں ہر قسم کے زخم سے اور ہر قسم کی بیماری اور طاعون سے محفوظ رکھے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9/ ستمبر 2022ء بحوالہ الفضل آن لائن 3/ اکتوبر 2022ء)

مرسلہ: قاسم محمود۔ اسکاٹ لینڈ

طلوع وغروب آفتاب

18/ اکتوبر 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:01	17:54
مدینہ منورہ	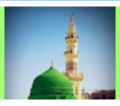	05:03	17:53
قادیان		05:12	17:53
ربوہ		04:52	17:33
اسلام آباد ٹلفورڈ		06:02	18:05